

جونک کی واپسی

پیشرس

"جونک کی واپسی" حاضر ہے۔

اس دوران میں بہتیرے پڑھنے والوں نے "سنگ ہی" کی واپسی کی فرمائش کی تھی اُس کی واپسی کے امکانات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گنجائش ہے۔ واپسی ہو سکے گی میرے پڑھنے والے غالباً بھولے نہ ہوں گے کہ سنگ ہی عرف عام میں "جونک" کہلاتا تھا....

بہر حال واپسی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کتاب میں صرف واپسی ہی کی حد تک ہے.... ویسے یہ اور بات ہے کہ پوری کہانی پر سنگ ہی چھایا نظر آئے۔ اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ سنگ ہی کی دوسری کہانی کے منتظر رہئے۔

میرے پڑھنے والوں نے بڑی شدت سے استفسار کیا ہے کہ اب آخر جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کے ناول پابندی سے کیوں شائع نہیں ہو رہے۔

گذارش ہے کہ جب سے دوبارہ لکھنا شروع کیا ہے ”موڈ“ کا پابند ہو گیا ہوں۔ پہلے کی طرح طبیعت پر جبر کر کے نہیں لکھتا۔ معالج کا مشورہ بھی یہی تھا کہ فی الحال کچھ دنوں تک موڈ ہی کے پابند رہئے۔ آہستہ آہستہ معمول پر آنا مناسب ہو گا۔ لہٰذا اسی ہدایت پر عمل کر رہا ہوں۔ توقع ہے جلد ہی اس قابل ہو جاؤں گا کہ پڑھنے والوں کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔

جونک کی واپسی ایک مکمل کہانی ہے.... یہ اور بات ہے کہ اصل مجرم کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا ہو۔ ایسا بھی ہوتا ہے.... لیکن بعض پڑھنے والے تو یہی کہتے ہیں ”کیا ہوا.... کچھ بھی تو نہیں؟ آخیر میں کہانی پھس ہو کر رہ گئی۔“

اب انہیں کون سمجھائے بھائی بعض کہانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا مزاج بہت زیادہ دھول دھپے کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ اُن کا اختتام ہی ڈرامائی انداز اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن وہ تو کہتے ہیں ”فلاں ناول جیسا تھا.... ویسا یہ نہیں ہے۔!“

یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی کہ یہ اُس سے مختلف ہے۔ ورنہ آپ ہی ”بور بور“ کا نعرہ بلند کرنے لگتے۔ میں خود ہی کوشش کرتا ہوں کہ کہانیوں پر ٹریٹمنٹ میں مماثلت نہ ہونے پائے۔

ابنِ صفی



جولیانافٹنر واٹر نے کنکھیوں سے دیکھا۔ وہ موٹا چینی اُسے اَب بھی گھورے جارہا تھا۔ چھوٹے قد کا بھاری بھرکم آدمی تھا۔ چہرہ گول، آنکھوں اور ناک کی بناوٹ ایسی ہی تھی جیسی عام طور پر چینیوں کی ہوتی ہے۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ جسم پر عمدہ تراش کا سمر سوٹ تھا۔

کوئی چینی خواہ کتنا ہی صاف ستھرا کیوں نہ ہو جولیا کو پسند نہیں آتا تھا کچھ دیر بعد اُسے اُس پر غصہ آنے لگا۔ گھورے ہی چلا جاتا ہے، کتیا کا بچہ.... اُس نے سوچا... اور یکلخت اُس کی طرف مڑ گئی اور وہ کچھ اس طرح جھجکا جیسے اچانک کسی قسم کا ذہنی جھٹکا لگا ہو۔

اَب جولیا اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی اور وہ آنکھیں چرا رہا تھا۔

اس وقت وکٹوریہ روڈ کے چوراہے کا یہ اسنیک بار زیادہ آباد نہیں تھا۔ کئی میزیں خالی تھیں، جولیا اتفاقاً کافی پینے یہاں چلی آئی تھی۔ ورنہ اُسے ایسی چھوٹی جگہوں سے وحشت ہی ہوتی تھی جہاں وہ عام طور پر دوسروں کی توجہ کا مرکز بن سکے۔

اَب تو چینی نے حقیقتاً سہم کر سر جھکالیا تھا.... جولیا نے جوں توں کافی ختم کی اور اٹھ گئی۔

ویسے بھی یہاں دیر تک بیٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

باہر آکر اپنی چھوٹی سی فیاٹ میں بیٹھی اور ایک طرف چل پڑی۔

وہ ایک خوشگوار شام تھی۔ کئی دن کی بوندا باندی کے بعد مطلع صاف ہوا تھا اور سردی بھی

غیر معمولی نہیں تھی، جولیا کا خیال تھا کہ کچھ وقت کھلی فضا ہی میں گذارے گی۔ کچھ دیر بعد اُسے یاد آیا کہ اسے کاسمیٹکس بھی خریدنی ہیں۔

ایک جنرل اسٹور کے سامنے گاڑی روک دی۔ اتر کر ضرورت کی چیزیں خریدیں اور پھر گاڑی کی طرف واپس آ رہی تھی کہ دفعتاً دائیں جانب نظر اٹھ گئی اور سب سے پہلے اُسی چینی کی شکل دکھائی دی جو کچھ دیر قبل اسنیک بار میں اُسے گھور رہا تھا۔

نئے ماڈل کی شیورلیٹ تھی اور وہ خود ہی اسٹیئرنگ پر تھا۔ شیورلیٹ جولیا کی فیاٹ سے تقریباً چار گز کے فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی۔

جولیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھی۔ لیکن اَب اُس نے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے تھوڑی دور تک چلی پھر ایک گلی میں مڑ گئی۔ عقب نما آئینے میں چینی کی شیورلیٹ صاف نظر آ رہی تھی۔

وہ گلیوں میں بھی اُس کی فیاٹ ہی کے پیچھے لگی رہی۔ دوسری سڑک کے کنارے ایک پبلک پارک تھا جولیا نے وہیں اپنی فیاٹ روک دی اور نیچے اتر آئی۔ پارک زیادہ گنجان آباد نہیں تھا۔ متعدد بنچیں خالی نظر آ رہی تھیں۔

یہاں رک جانے کا فعل اضطراری تھا۔ جولیا کے ذہن میں کوئی اسکیم نہیں تھی۔ ویسے چینی کے خلاف اُس کے غصے کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے اس کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔

وہ گاڑی مقفل کر کے پارک میں داخل ہو گئی۔ کئی تناور اور گھنے درختوں کے نیچے والی بنچوں پر لوگ آرام بھی کر رہے تھے۔

جولیا کو کسی سایہ دار جگہ ہی والی بنچ کی تلاش تھی۔ چلتے چلتے وہ ایسی پوزیشن میں آ گئی کہ کنکھیوں سے عقب کا جائزہ بھی لے سکے۔

تعاقب کرنے والا چینی بھی پارک میں داخل ہو رہا تھا۔ بے اختیار جولیا کا دل چاہا کہ سینڈل اُتارے اور اس پر پھینک مارے۔ صورت حرام آخر خود کو سمجھتا کیا ہے؟

وہ تیزی سے ایک خالی بنچ کی طرف بڑھی۔

"معاف کر دیجئے گا۔" دفعتاً پشت سے آواز آئی اور وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں مڑی۔ چینی سامنے کھڑا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر مسکینی طاری تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود

بھی اپنے اس رویے پر پشیمان ہو۔

"کیا بات ہے!" جولیا غرائی۔

"یہ..." وہ ایک رومال آگے بڑھاتا ہوا بولا۔ "شاید آپ کا ہے؟"

"تم گدھے ہو۔ تعارف حاصل کرنے کا یہ طریقہ بہت پرانا ہے۔" جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھیں محترمہ....!" اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ آواز غم ناک تھی اور اُس کی آنکھوں میں افسردگی مترشح تھی۔

"نہیں یہ میرا نہیں ہے۔" جولیا غصہ ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگ مجھے اتنا بُرا کیوں سمجھتے ہیں۔" وہ اس طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

جولیا دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ بنچ کے قریب پہنچ کر اُس کی طرف دیکھے بغیر بیٹھ گئی۔ چینی اَب بھی وہیں کھڑا تھا.... جہاں جولیا سے گفتگو کی تھی۔

جولیا نے اُسے دیکھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آگے بڑھا اور نظریں جھکائے ہوئے بولا۔

"کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ واقعی مجھ سے زبردست غلطی ہوئی۔ مجھے اُس رومال کو نظر انداز کر دینا چاہئے تھا۔"

"تو اَب کیوں سر پر سوار ہو.... دفع ہو جاؤ۔" جولیا دانت پیس کر بولی۔

اُس نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی اور آہستہ سے بولا۔ "میں ہمیشہ اداس ہی رہوں گا.... خوشی کا ایک لمحہ بھی مجھے میسر نہیں۔"

"حالانکہ شیورلیٹ دبائے پھرتے ہو۔" جولیا نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"میں روحانی مسرت کی تلاش میں ہوں۔"

"تعجب ہے کہ ابھی تک تلاش ہی میں ہو۔ حالانکہ تمہارے ملک کی افیون بہت مشہور ہے۔"

"میں بُرا نہیں مانتا۔ آپ شوق سے مضحکہ اڑایئے۔" وہ رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

جولیا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ لیکن محسوس کر رہی تھی کہ وہ اب بھی وہیں کھڑا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے کھکار کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ نے میرے متعلق کوئی بُری رائے نہ قائم کی ہوگی۔"

"ارے۔ ارے۔ ارے۔" جولیا جھلا کر پلٹی۔ "تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم ہو کیا بلا۔"

"میں معافی چاہتا ہوں اگر میری زبان سے کوئی نامناسب بات نکل گئی ہو۔"

"میں کہتی ہوں جاؤ یہاں سے.... ورنہ....!" جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"ارے.... نہیں.... ارے نہیں۔" دفعتاً پشت سے آواز آئی.... جولیا غیر ارادی طور پر آواز کی جانب مڑ گئی۔ کراٹا کی باڑھ کے پیچھے ایک دوسرا چینی نظر آیا۔ دبلا پتلا اور دراز قد۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کافی اونچی باڑھ کو پھلانگ کر اُن کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جولیا نے اتنا لمبا چینی آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور بے حد چمکیلی تھیں۔ لباس سے ذی حیثیت آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"میں سمجھا تھا آپ انہیں تھپڑ مارنے جا رہی ہیں۔" اُس نے جولیا سے کہا۔

نہ جانے کیوں جولیا اُس کی آمد پر بوکھلا سی گئی تھی۔

"تم.... تم یہاں کیوں؟" موٹے چینی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ تو خاموش ہی رہئے جناب۔" دبلے چینی نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ پھر جولیا سے بولا۔ "آپ کچھ خیال نہ کیجئے محترمہ.... یہ میرے مالک مسٹر کاؤیوچن ہیں، خوبصورت خواتین کو دیکھ کر بدحواس ہو جاتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم لوگ کیا بکواس کر رہے ہو اور اس کا مقصد کیا ہے۔"

"کیا مقصد ہے....؟" دبلا چینی یوچن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور یوچن بھی اُس پر دانت پیسنے لگا۔ کیونکہ اُس کی مسکراہٹ کا انداز کافی ٹھنڈے دماغوں کو بھی غصہ دلا سکتا تھا۔

"میں کسی پولیس مین کو بلاتی ہوں۔" جولیا غرائی۔

"ارے نہیں....!" دبلا چینی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ ہی دو چار جوتیاں مار دیجئے۔ پولیس مین کو کیوں تکلیف دیں گی۔"

"حرام زادے۔" یوچن نے اُسے گھونسہ دکھایا۔

"ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔" دبلے چینی نے جولیا کو پھر مخاطب کیا۔ "میرے مالک مسٹر یوچن کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے اس لئے مجبوراً مجھے ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ یہ آپ کے پیچھے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا.... ذہنی توازن بگڑ گیا ہے لیکن بے ضرر آدمی ہیں.... کچھ دیر بعد آپکے پیچھے دوڑتے اور پھر کسی موقع پر ممی ممی کہہ کر آپ سے لپٹ جانے کی کوشش کرتے۔"

"او حرامزادے....!" یوچن بے بسی سے چیخا۔

اور جولیا تیزی سے سڑک کی طرف مڑ گئی.... غصے سے کانپ رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔

اُسی جھلاہٹ کے عالم میں اپنی کار تک آئی۔ دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔

دبلا چینی تیز رفتاری سے اُس کی جانب جھپٹا آرہا تھا۔

"محترمہ..... محترمہ.....!" اُس نے قریب پہنچ کر اونچی آواز میں کہا۔ "میں پھر عرض کروں گا کہ وہ خطرناک قسم کے پاگل نہیں ہیں۔"

"چلے جاؤ..... ورنہ اتنے جوتے لگاؤں گی.....!"

"یقیناً..... یقیناً.....!" وہ جلدی سے بات کاٹ کر بولا۔ "ویسے یہ بھی عرض کردوں کہ اگر میں دخل اندازی نہ کر بیٹھتا تو۔"

"تو کیا ہوتا.....!" جولیا پھاڑ کھانے والے انداز میں گاڑی سے نیچے اُتر آئی۔

"دوسری خواتین کو تو می ہی کہتے رہے ہیں..... آپ کی بات۔"

"میں کہتی ہوں دفع ہو جاؤ۔"

"وہ تو ہونا ہی ہے۔ لیکن میں کہیں کا نہ رہا۔ اس دخل اندازی کے سلسلے میں ملازمت سے ضرور برطرف کر دیا جاؤں گا۔"

جولیا پھر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اُس نے انجن بند نہیں کیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں گاڑی چل پڑی۔

وہ اُس دبلے آدمی سے نہ جانے کیوں خائف ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں کیا چیز تھی اُس کی شخصیت میں جو اُس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی تھی۔ وہ اس احساس کو کوئی معنی نہ پہنا سکی۔

کار تیزی سے دوڑتی رہی۔ دفعتاً عقب نما آئینے میں پھر اُس موٹے چینی کی شیورلیٹ دکھائی دی۔

"کتے کا پلا !" وہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

موٹا چینی اب بھی اُس کا تعاقب کر رہا تھا اور اُس کی گاڑی زیادہ فاصلے پر بھی نہیں تھی۔

جولیا نے رفتار تیز کر دی۔ لیکن دونوں گاڑیوں کا فاصلہ طویل نہ ہو سکا۔ اُس کے ساتھ ہی چینی نے بھی رفتار بڑھا دی۔

جولیا کو دبلے چینی کی کہی ہوئی بات یاد آئی..... اور اُس نے سوچا اگر ذہنی توازن ٹھیک نہیں تو کہیں گاڑی لڑا ہی نہ دے۔



وہ کار کی رفتار بتدریج تیز کرتی رہی لیکن فاصلہ کم نہ ہوا.... پھر کچھ دیر بعد بھری پُری سڑکوں سے بھی گذرنا پڑا اور رفتار دوبارہ کم کرنی پڑی۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے کہاں جانا چاہئے۔ تعاقب کرنے والے کی ڈھٹائی نے اُسے یقین دلادیا تھا کہ وہ پاگل ہی ہے۔

دفعتاً اُسے خیال آیا کہ صفدر گھر ہی ہوگا.... اُس کا گھر یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں.... ٹھیک ہے۔ وہیں چلنا چاہئے.... براہِ راست اپنے گھر جانا مناسب نہیں پاگل ہی ٹھہرا۔ گھر دیکھ لینے کے بعد نہ جانے کیا کر بیٹھے۔ پڑوسیوں میں خواہ مخواہ مضحکہ اڑے گا۔

صفدر کے مکان کے سامنے پہنچ کر اُس نے گاڑی روکی۔ مڑ کر پیچھے دیکھے بغیر نیچے اتری اور تیزی سے برآمدے میں پہنچ کر کال بل کا بٹن دبانے لگی۔

دروازہ کھولنے والا صفدر ہی تھا.... جولیا اندر چلی گئی اور وہ اُسے حیرت سے دیکھتا رہا کیونکہ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دور سے بھی نظر آسکتے تھے۔

"خیریت....!"

"ایک پاگل آدمی میرا تعاقب کر رہا ہے۔"

"کہاں....!" صفدر ہنس پڑا۔

"باہر.... ایک موٹا سا چینی ہے۔ نئے موڈل کی شیورلٹ میں۔"

"تب تو پھر نکل بھی گیا ہوگا۔"

"مجھے یقین نہیں....!"

"کیوں؟"

"بس وہ ایسا ہی آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"اچھا ٹھہرو.... میں دیکھتا ہوں۔"

جولیا وہیں ٹھہر کر اُس کی منتظر رہی.... ویسے اب اُسے اپنی اس مضحکہ خیز حالت پر ہنسی بھی آرہی تھی۔ وہ تو شاید اُسے تھپڑ بھی مار دیتی لیکن وہ پاگل تھا؟ عورتیں عموماً پاگلوں سے ڈرتی ہیں (ہو سکتا ہے لاشعوری طور پر انہیں یہ ترکیب سجھتی ہوں)۔

کچھ دیر بعد صفدر واپس آیا۔ اُس کے پیچھے وہ موٹا چینی بھی تھا۔ صفدر نے اعصاب زدہ سی

ہنسی کے ساتھ کہا۔ "ارے یہ تو مسٹر یوچن ہیں۔ تشریف رکھئے مسٹر چن.... یہ میری دوست مس جولیانا فٹنر واٹر ہیں۔"

اُس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے اور پھر بند کر لئے۔ دونوں ہاتھوں میں جنبش ہوئی اور بیڈ ھنگے پن سے دانت نکل پڑے۔ بے حد نروس نظر آ رہا تھا۔

"تشریف رکھئے.... مسٹر یوچن....!" صفدر نے پھر کہا اور یوچن ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

جولیا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی۔ صفدر بھی کچھ کم نروس نہیں نظر آ رہا تھا کمرے کی فضا پر گہری خاموشی مسلط تھی۔ تینوں کے چہروں سے صاف ظاہر تھا۔ جیسے وہ کچھ کہنا تو چاہتے ہوں لیکن اظہار خیال کے لئے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"یہ مسٹر کاؤچن ہیں۔ شہر کی اہم ترین شخصیت....!" صفدر نے دوبارہ تفصیل سے تعارف شروع کیا۔ "ہم سب ہی کسی نہ کسی طرح ان کے احسان مند ہیں۔ واٹر سپلائی کا نیا نظام انہیں کی صلاحیتوں کا مرہون منت ہے.... اور مسٹر یوچن.... مس جولیا سمجھی تھیں شائد آپ انہیں خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے نہیں.... نہیں....!" وہ زور زور سے سر ہلانے لگا۔

"تو پھر یہاں تک چلے آنے کی وجہ....!" جولیا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"مسٹر یوچن نے وجہ بھی بتائی ہے۔" صفدر مسکرایا۔ "لیکن بہتر ہو گا کہ تم بھی انہی ہی کی زبان سے سنو۔"

"نہیں.... نہیں....!" وہ شرما کر بولا۔ "آپ ہی بتا دیجئے مسٹر....!"

"نہیں آپ۔"

"نہیں آپ....!" یوچن نے عورتوں کی طرح لچکنے کی کوشش کی اور جھلا کر رہ گیا۔

جولیا کا غصہ رفع ہو چکا تھا اور اس "ادا" پر بے ساختہ مسکرا پڑی تھی۔ لیکن تجسس تو بہر حال برقرار رہا تھا۔ پھر وہ اُس سے کیا چاہتا ہے؟

"اچھا بھئی....!" صفدر اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "مسٹر یوچن کا کہنا ہے کہ اگر تم انہیں ایک تھپڑ بھی مار دیتیں تو ان کی محنت وصول ہو جاتی۔"

"تم نے بھی بکواس شروع کر دی۔" جولیا جھنجھلا گئی۔

"مسٹر یوچن.... بہتر ہو گا کہ آپ ہی بتا دیں....!" صفدر بولا۔

"نہیں آپ....!" یوچن جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔

"بھئی سنو....!" صفدر نے جولیا سے کہا۔ "بات کسی حد تک مضحکہ خیز بھی ہے لیکن تمہیں اس پر ہمدردی سے غور کرنا پڑے گا۔"

"میں جا رہی ہوں۔"

"ارر.... نہیں....!"

"خدا کے لئے میری بات سن لیجئے....!" یوچن گھگھیایا۔

"آج شائد احمقوں کے علاوہ اور کسی سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔"

"اچھا ٹھہرو.... آخری کوشش ہے۔ اس بار شائد پوری بات تمہاری سمجھ میں آجائے۔" صفدر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

جولیا بُرا سا منہ بنائے بیٹھ گئی۔

"مسٹر یوچن کی والدہ ایک فرانسیسی خاتون تھیں۔" صفدر نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ "باپ چینی تھے.... مسٹر یوچن کا کہنا ہے کہ تمہاری شکل ان کی والدہ سے بہت ملتی ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" جولیا صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مار کر بولی۔ "اس کے ملازم نے ٹھیک ہی کہا تھا.... یہ سچ مچ پاگل ہے۔"

"ملازم.... کون ملازم....!" یوچن نے حیرت سی کہا۔

"وہ دوسرا چینی....!" جولیا اُسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں جانتا وہ کون تھا؟"

"میں کیسے یقین کرلوں جب کہ تم نے اُس کی بکواس کی تردید بھی نہیں کی تھی۔"

"مجھے شدت سے غصہ آگیا تھا اور جب مجھے شدت سے غصہ آتا ہے تو میں گونگا ہو کر رہ جاتا ہوں۔ زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ تم عورتوں کا پیچھا کرتے ہو اور جب وہ جوتا اتار کر تم پر پل پڑتی ہیں تو تم ممی ممی کہہ کر جان چھڑاتے ہو۔"

"جھوٹا تھا وہ حرام زادہ....!" یوچن دانت پیس کر بولا۔ "میں کبھی عورتوں کا پیچھا نہیں کرتا.... کیا میں گدھا ہوں۔"

"پھر میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔"

"انہوں نے بتا تو دیا۔" یوچن نے آہستہ سے شرمیلے لہجے میں کہا۔

جولیا نے سوچا پرلے سرے کا گدھا معلوم ہوتا ہے۔ چلو تھوڑی تفریح ہی سہی۔

"ہوں....!" اُس نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "اگر میں تمہاری ماں سے مشابہ ہوں تو پھر؟"

"اچھا.... پھر.... میں کیا کہوں۔"

"نہیں.... کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

"بس میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں.... کبھی کبھی؟"

جولیا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "وہ دوسرا آدمی کون تھا۔"

"یقین کیجئے میں نہیں جانتا۔"

"پھر.... ممی والی بات تمہارے ذہن سے نکل کر اُس کے ذہن میں کیسے پہنچی ہو گی؟"

"میں خود بھی نہیں جانتا۔ یقین کیجئے پتہ نہیں وہ کون بدمعاش تھا۔"

"ظاہر ہے کہ وہ شروع سے آپ کے پیچھے لگا رہا ہو گا۔"

"پتہ نہیں۔"

"بہرحال مجھے تو اس پر ہنسی آرہی ہے کہ تم مسٹر یوچن جیسے آدمی کو پاگل سمجھتی تھیں۔" صفدر بول پڑا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد یوچن نے جولیا سے کہا۔ "کیا آپ مجھے اپنا فون نمبر دے سکیں گی۔"

"کیوں نہیں.... ضرور ضرور....!" جولیا سر ہلا کر بولی اور اُسے نمبر لکھوانے لگی۔ لیکن یہ عمران کے فون نمبر تھے۔

صفدر نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

یوچن نے نمبر لکھ کر نوٹ بک جیب میں رکھی اور صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جولیا سے کہا۔ "کیا یہ آپ کے....!"

"دوست ہیں....!" جولیا نے جلدی سے جملہ پورا کر دیا۔

"تو آپ یہاں نہیں رہتیں۔"

"نہیں....!"

"اوہ.... اوہ....!" اس کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔

اَب جولیا کے انداز میں بے تعلقی پیدا ہو گئی تھی اور وہ صفدر کو بتانے لگی تھی کہ سوئٹزر لینڈ میں گاجریں کس طرح کھائی جاتی ہیں.... پھر پولٹری فارمنگ پر آ گئی اور یوچن احمقانہ انداز میں ان کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر دفعتاً وہ اُس سے بھی پوچھ بیٹھی۔ "تمہاری ماں مرغیاں پالتی تھیں؟"

"نن.... ار.... ہاں.... نن.... مم میرا خیال ہے پالتی تھیں....!"

"ضرور پالتی ہوں گی...." جولیا نے کہا اور پھر صفدر سے مخاطب ہو گئی۔ اب مرغیوں کی مختلف اقسام میں زرخیزی کی نوعیت زیر بحث تھی۔

یوچن ہمہ تن گوش تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کے مستقبل کا انحصار ہی مرغیوں پر ہو۔

"میں تو مرغیوں کی صرف ایک ہی نسل سے واقف ہوں۔" صفدر نے کہا۔

"کون سی؟"

"وہ جو کھائی جاتی ہیں۔" صفدر نے کہا اور شائد اس توقع پر یوچن کی طرف دیکھا کہ اُسے ہنسی آگئی ہو گی لیکن وہ تو کسی بار بردار گدھے کی طرح ٹھس بیٹھا تھا۔

"اچھا.... اَب چلنا چاہیے۔" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔

"میں بھی چلوں۔" یوچن نے بچکانہ انداز میں پوچھا۔

"تم کہاں چلو گے۔"

"تمہارے گھر...."

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" جولیا پھر جھلا گئی۔

"اچھا اچھا! میں اب نہیں کہوں گا.... ناراض مت ہوئیے....!"

"اگر اب تم میرے پیچھے آئے تو سڑک پر بے عزتی کر دونگی۔" جولیا نے کہا اور باہر نکلی چلی آئی۔ مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ کہیں وہ پھر تو نہیں آ رہا.... لیکن بر آمدے سے اترتے ہی اُس نے سوچا کہ یوچن کو سبق تو دینا ہی چاہیے.... اُس کی گاڑی کے پیچھے ہی یوچن کی شیورلیٹ نظر آئی۔ کیوں نہ ہوا نکال دی جائے ایک آدھ پہیے کی، اُس نے سوچا اور مڑ کر بر آمدے کی طرف دیکھنے لگی۔ یوچن کو شائد صفدر نے روک لیا تھا۔

وہ تیزی سے آگے بڑھی ایک دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر جھکی ہی تھی کہ پھر اس طرح اچھل کر پیچھے ہٹ آئی جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔

پچھلی نشست کے نیچے ایک لاش تھی کسی عورت کی لاش جس کی گردن کاٹ دی گئی تھی۔



اس کا سر چکرا گیا۔ لیکن ذہن قابو سے باہر نہیں ہوا۔ اُس نے تیزی سے چاروں طرف نظر

ڈالی اور بیگ سے رومال نکال کر دروازے کا ہینڈل صاف کیا۔

سیکرٹ سروس کے چیف ایکس ٹو کا حکم تھا کہ ایسے مواقع کبھی نہ پیدا ہونے چاہئیں جہاں پولیس سے مڈ بھیڑ ہو جانے کا امکان ہو۔

اب وہ اپنی گاڑی کی طرف جھپٹی اور پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ پھر اُسے یاد نہیں کہ کس طرح گھر تک پہنچی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کیا اس احمق چینی کے خلاف کوئی سازش کی گئی ہے یا وہ خود ہی دیدہ و دانستہ ایک لاش اپنی کار میں لئے پھر رہا تھا؟

کچھ دیر بعد اُس نے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے.... جواب ملنے میں دیر نہیں لگی لیکن اُس نے محسوس کیا جیسے صفدر کی آواز کانپ رہی ہو۔

"تم کہاں ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"اپنے گھر پر....!" جولیا نے جواب دیا تھا۔

"یہ تم نے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔"

"کیوں کیا بات ہے۔"

"فون پر نہیں بتائی جا سکتی۔"

"پھر....!"

"میں کچھ دیر بعد وہیں آؤں گا....!" صفدر نے کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا ابھی ریسیور کریڈل پر رکھ کر بیٹھی ہی تھی کہ گھنٹی بجی۔

اُس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"میرا کیا قصور ہے محترمہ جولیانا فٹنر واٹر....!" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"پولیس ہیڈ کوارٹر سے مجھے بور کیا جا رہا ہے۔ بار بار فون کی گھنٹی بجتی ہے تمہارا نام دہرایا جاتا ہے اور میں ہر بار رانگ نمبر کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیتا ہوں۔"

"کوئی وجہ....؟"

"وجہ بھی تم ہی بتاؤ گی۔"

"تم یہاں آ جاؤ۔"

"یہی مناسب بھی ہے ورنہ اگر تم یہاں آ گئیں تو....!"

جولیا نے مزید کچھ سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

صفدر سے پہلے عمران وہاں پہنچا تھا۔ جولیا نے اُسے بتایا کہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے اُس کے لئے کیوں پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تو اُس نے دوسرے چینی کو اپنا ملازم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔“

”قطعی طور پر لاعلمی ظاہر کی تھی۔“

”کیا صفدر.... اُس آدمی کاؤ چن کو پہلے سے جانتا ہے۔“

”پتہ نہیں.... میرا خیال ہے کہ صفدر تو اُسے جانتا تھا لیکن وہ صفدر سے واقف نہیں.... اُن کی گفتگو کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا؟“

”لیکن تم نے اُسے میرے فون نمبر کیوں دیئے تھے!“

”تفریحاً....!“ جولیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

عمران اُسے تشویش کن نظروں سے دیکھتا رہا۔ جولیا دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ ”صفدر کو پھر فون کرو۔“

”اُس نے کہا تھا کہ وہ خود آئے گا۔“

”فون کرنے سے پتہ چل جائے گا کہ وہ گھر سے روانہ ہو چکا ہے یا نہیں۔“

جولیا نے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے لیکن جواب نہ ملا۔ دوبارہ پھر ڈائیل کئے اور عمران کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

ریسیور رکھ کر وہ اندر چلی گئی۔ عمران نشست کے کمرے میں تنہا رہ گیا۔ اُس کے چہرے پر اب بھی تشویش کے آثار تھے۔

کچھ دیر بعد کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی۔ یہ صفدر ہی تھا۔

”اوہو.... تو جناب پہلے ہی سے موجود ہیں۔“ اُس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اُسے ٹٹولنے والی نظر سے دیکھ رہا تھا۔

”کیا جولیا نے آپ کو بتایا....!“ اُس نے عمران سے پوچھا۔

”اب تم بھی بتاؤ۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”پولیس تو پہلے ہی بور کر رہی ہے۔“

”اوہ.... مجھے یاد ہے۔“ صفدر ہنس پڑا۔ ”جولیا نے اُسے آپ ہی کے نمبر لکھوائے تھے؟“

”تم کاؤچن کو کیسے جانتے ہو۔“

"بس یونہی! اُس سے کبھی تعارف نہیں ہوا۔ پہلے کہیں دیکھا تھا اور کسی نے اُس کا نام بتایا تھا۔"

"کار میں لاش کس نے دریافت کی تھی۔"

"خود اُسی نے.... اور چیختا ہوا پھر میرے مکان میں گھس آیا تھا۔"

"پولیس کو کس نے اطلاع دی تھی۔"

"مجھے ہی دینی پڑی تھی.... وہ تو بُری طرح بدحواس تھا۔"

"پھر پولیس کے سامنے اُس نے کیا بیان دیا۔"

"یہی کہ اُس کی لاعلمی میں کسی نے وہ لاش اُس کی کار میں لاڈالی تھی.... ایک بڑا سا مومی تھیلا بھی کار میں ملا ہے لاش اُسی میں بھر کر وہاں لائی گئی ہوگی۔"

"لاش کی شناخت ہو سکی تھی؟"

"نہیں.... کاؤچن کے لئے اجنبی تھی۔"

"اب تم اپنی پوزیشن بتا جاؤ....!"

"چونکہ وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے میرے گھر میں داخل ہوا تھا اس لئے میرے بیان میں جولیا کا نام آنا بھی ضروری ہوگیا.... لیکن میں نے اس کے رہائشی پتہ سے لاعلمی ظاہر کی۔ بس یہ لکھوادیا کہ اکثر ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں اُس سے ملاقات ہوتی رہی تھی۔"

"بے حد عقلمندی کا کام کیا تم نے جو اس کے باوجود بھی یہاں دوڑے چلے آئے۔ اگر انہوں نے تمہاری نقل و حرکت کی بھی نگرانی شروع کرادی تو....؟"

"مجھے توقع نہیں ہے کہ وہ اتنی جلدی کسی خاص نتیجے پر پہنچ کر کوئی اقدام کر سکیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں جولیا بھی واپس آگئی۔ ہاتھوں پر چائے کی ٹرے سنبھالی ہوئی تھی۔

"کیپٹن فیاض تمہیں بھی جانتا ہے اور جولیا کو بھی۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جولیا کی رہائش گاہ سے لاعلمی ظاہر کر کے تم نے اچھا نہیں کیا اور پھر یہ محترمہ اُسے میرا فون نمبر بتا کر پہلے ہی مزید عقلمندی کا ثبوت دے چکی ہیں۔"

جولیا خاموشی سے چائے انڈیلتی رہی۔

اب عمران تمسخر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا پولیس نے آپ کو تنگ کیا تھا۔"

"کئی بار....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "وہ جولیا کا نام لیتے تھے اور میں رانگ نمبر کہہ کر ڈس کنکٹ کر دیتا تھا.... شاید اب کیپٹن فیاض میرے فلیٹ میں بیٹھا اونگھ رہا ہو۔"

جولیا نے بڑے اہتمام کے ساتھ عمران کو چائے پیش کی۔

"شکریہ....!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ "برہم جا رہی ہوں....!"

"کیوں؟"

"کئی بار یہاں تقاضوں کے باوجود بھی چائے نہیں ملی۔"

"اوہ....!" جولیا جھنجھلا گئی.... "تم سمجھتے ہو شائد میں تمہاری خوشامد کر رہی ہوں۔ خود کو کیا سمجھتے ہو۔"

"ایڈیٹ....درجہ اول....!"

جولیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر وہی پیالی صفدر کی طرف بڑھادی۔

"لیجئے نا....!" صفدر ہنس کر بولا۔

"ناوقت چائے نہیں پیتا۔" عمران نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔ "اچھا اب میں چلا، اس سلسلے میں کوئی مدد نہ کرسکوں گا اپنی مکھیاں خود ہی مارو۔"

وہ اٹھ گیا اور جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "جہنم میں جاؤ۔"

عمران باہر نکلا چلا آیا۔

چند لمحے باہر کھڑا اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا اپنی ٹوسیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

اُس کی یہ تشویش فضول ثابت ہوئی کہ کسی نے صفدر کا تعاقب کیا ہوگا۔ آس پاس کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ البتہ اُس کا یہ اندازہ غلط نہ نکلا کہ فیاض اُس کے فلیٹ میں اس کا منتظر ہوگا۔

عمران نے بڑی گرم جوشی سے نہ صرف مصافحہ بلکہ معانقہ بھی کیا اور بہت دنوں بعد ملاقات ہونے پر افسوس بھی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میاں یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور کئی کئی ماہ تک ملاقات نہیں ہوتی۔ اب کہاں لوگ اگلے وقتوں کے.....روزانہ ملاقات نہ ہوتو حقہ ہضم نہیں ہوتا تھا۔"

"ہوں؟" فیاض اُسے گھورتا ہوا غرایا اور جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکال کر اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ تمہارے ہی فون کا نمبر ہے نا!"

عمران نے اُسے دیکھ کر واپس کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاں.... کیوں؟ اس نمبر پر اگر کوئی بدسلوکی ہوئی ہو تو جوزف کو شرابی اور سلیمان کو فلسفی سمجھ کر معاف کردینا۔"

"پولیس کو ایک ایسی عورت کی تلاش ہے جس نے یہ نمبر اپنا کہہ کر بتایا تھا۔"

”نہایت نامعقول عورت معلوم ہوتی ہے۔ پولیس کو اس کی تلاش ہونی ہی چاہئے۔“

”اُس نے اپنا نام جولیانافٹنر واٹر بتایا تھا۔“

”پھر تم یہاں کیوں آئے.... کیا اُس کا پتہ تمہیں معلوم نہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ اُس نے تمہارا نمبر کیوں بتایا۔“

”یہ سوال بھی تم اُسی سے کر سکتے ہو۔“

”ہیڈ کوارٹر سے تم سے اُس کے متعلق پوچھا گیا تھا تم نے رانگ نمبر کہہ کر سلسلہ کیوں منقطع کر دیا تھا۔“

”پھر کیا کرتا.... یہاں کوئی جولیانافٹنر واٹر نہیں رہتی۔“

”تم انہیں اُس کا صحیح پتہ بتا سکتے تھے۔“

”ہو سکتا ہے اس شہر میں کوئی اور جولیانافٹنر واٹر بھی ہو۔“

”وہ اس وقت کہاں ملے گی۔“

”ارے میں نے کوئی ٹھیکہ لے رکھا ہے شہر بھر کا....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”وہ بڑی الجھنوں میں پڑ جائے گی.... کاؤیوچن زیرِ حراست ہے۔“

”کہاں کی ہانک رہے ہو.... یہ کاؤیوچن کون ہے۔“

فیاض خاموشی سے اُسے گھورتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس نے بھی وہی داستان دہرادی جو عمران جولیا اور صفدر سے سن چکا تھا۔

”ہوں....!“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”تو یہ عورت.... کیا لاش کی شناخت ہو گئی ہے۔“

”میں کہتا ہوں یہ جولیا خواہ مخواہ اپنی گردن پھنسا بیٹھی ہے۔“ فیاض نے بڑے جوش سے کہا۔

”لاش کی شناخت ہو چکی ہے.... وہ ایک غیر ملکی سفیر کی بیوی تھی۔“



اور پھر جب عمران کو یہ معلوم ہوا کہ یہ کس ملک کے سفیر کی بیوی تھی تو اُسے یک بیک سنجیدہ ہو جانا پڑا لیکن فیاض کے جوش و خروش کے مطابق وہ متحیر بھی نہ نظر آ سکا۔ کیونکہ مقتولہ اپنی [illegible] کے لئے بھی مشہور تھی۔ ویسے سنجیدہ اس لئے ہو جانا پڑا تھا کہ وہ غیر ملکی سفیر کی بیوی تھی [illegible] قتل اس کے ملک میں ہوا تھا [illegible]

ہوسکتی تھی۔ پھر ظاہر ہے ایسی صورت میں نہ صرف محکمہ سراغ رسانی بلکہ اُمور خارجہ کی سیکرٹ سروس کے لئے دردِ سر بمقدار وافر مہیا ہو سکتا تھا۔

وہ چند لمحے تشویش کن نظروں سے فیاض کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "ہاں ممکن ہے کہ یہ کسی رقابت کا فنشنگ ٹچ ہو۔"

"اس لئے جولیا کی پوزیشن نازک بھی ہوسکتی ہے۔"

"جولیا کو جہنم میں جھونکو اگر وہ ایسے ہی گھٹیا ٹیسٹ کی مالک ہے۔" عمران بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"وہ کسی چینی کے لئے کسی عورت کو قتل نہیں کر سکتی۔ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"ضروری نہیں کہ وہ قتل کسی چینی کے لئے ہوا ہو..... کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ الزام اُسی چینی کے سر تھوپنے کے لئے لاش اُس کی گاڑی میں ڈال دی گئی ہو۔"

"چینی ہی کیوں؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ چند لمحے خاموش رہ کر مسکرایا۔ مسکراہٹ شرارت آمیز تھی۔ فیاض تاؤ کھا گیا۔ غصیلی آواز میں غرا کر بولا۔ "جس طرح وہ اپنی بعض خصوصیات کے لئے مشہور تھی اُسی طرح کاؤچن..... عورتوں کے لئے خاص کشش رکھتا ہے اور اُس کی کہانیاں بھی عام ہیں..... اُس کے گرد بھی عورتوں کی بھیڑ دیکھی جاتی ہے۔"

"تو گویا بعض عورتیں اُسے پسند کرتی ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" فیاض کچھ اور زیادہ جھنجھلا گیا۔

"بس اتنا ہی کہ اگر وہ کسی عورت ہی کا کام تھا تو اُس نے یوچن کو کیوں پھنسانا چاہا جب کہ وہ اُس کا محبوب تھا.....! یا تو یہ تسلیم کرو کہ قتل رقابت کی بناء پر نہیں ہوا یا پھر کسی قاتلہ کی بجائے قاتل کی تلاش کرو۔ اگر کوئی عورت اُسے قتل کرتی تو یوچن کو پھنسانے کی کوشش ہرگز نہ کرتی۔"

"میں نے لفظ رقابت استعمال کیا ہے۔ اُسے کسی کے لئے مخصوص نہیں کیا۔ ہوسکتا ہے قتل کرنے والا مرد ہی ہو۔ اپنی محبوبہ کے ہرجائی پن پر تاؤ کھا کر اُسے نہ صرف قتل کر دیا بلکہ یوچن کو بھی پھنسانے کی کوشش کی ہو۔"

"میں یہی عرض کرنا چاہتا تھا ڈیئر کیپٹن فیاض کہ جولیا کے پیچھے نہ پڑو۔ وہ اِس خانے میں کسی طرح بھی فٹ نہ ہو سکے گی۔"

"پوچھ گچھ کے لئے وہ ہیڈ کوارٹر میں ضرور طلب کی جائے گی۔" فیاض اُسے خوں خوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

"جی صاحب!" سلیمان نے دروازے کی اوٹ سے سر نکال کر پوچھا۔

"صاحب کے لئے ایک گلاس ٹھنڈا پانی لاؤ۔"

سلیمان مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر چلا گیا اور فیاض عمران کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

"میں کسی دن بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"آج بھی موقع ہے۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ اُس نے تمہارا فون نمبر اُسے کیوں لکھوایا تھا۔" فیاض میز پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

"آہستہ۔ پیارے آہستہ۔ میرا باڈی گارڈ جوزف اختلاج قلب کا مریض ہے۔" عمران نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"میری بات کا جواب دو۔"

"کسی رسالے کے ایڈیٹر کو لکھ بھیجو۔ جواب چھپ بھی جائے گا۔"

فیاض کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ البتہ پلکیں جھپکائے بغیر عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

سلیمان نے پانی کا گلاس لا کر نہایت ادب سے فیاض کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ فرش پر گر کر چور چور ہو گیا۔ کیونکہ فیاض نے اُسے پلیٹ سے اٹھانے کی بجائے سلیمان کا ہاتھ جھٹک دیا تھا وہ پھر خود بھی اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھ لوں گا.... ابھی تمہیں بھی ہیڈ کوارٹر ہی میں طلب کراتا ہوں۔"

عمران کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر وہ باہر نکل گیا۔

سلیمان کبھی عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی ٹوٹے ہوئے گلاس کی طرف۔

"جوزف کہاں ہے۔" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"کیا آپ کیپٹن صاحب کا غصہ اُس پر اتاریئے گا....؟" سلیمان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اُسے یہاں بھیج دو....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں شائد مجھ پر ہی اُترے گا۔"

"ابے جاتا ہے....یا!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

سلیمان جھپٹ کر اندر چلا گیا۔

دفعتاً کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور عمران کے اشارے پر سلیمان دروازے کی طرف جھپٹا۔

اور پھر اس طرح پلٹا تھا جیسے دروازے کے باہر سر نکالتے ہی کسی نے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا ہو۔

عمران نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"بڑے.... بڑے....!" سلیمان ہانپتا ہوا بولا۔ لیکن جملہ پورا نہ کر سکا۔

"کیا بکتا ہے....!"

"بڑے بڑے پولیس آفیسر....!"

عمران خود اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ففف فرمائیے....!" اُس نے دروازے سے باہر نکلنے سے قبل ہی پوچھا.... اور پھر جب مخاطب پر نظریں پڑیں تو اُسے سنجیدہ ہو جانا پڑا کیونکہ وہ موجودہ ڈی آئی جی سے بخوبی واقف تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ خود بھی اُس سے واقف ہو۔

"میں مس جولیانا فٹنر واٹر سے ملنا چاہتا ہوں....!" اُس نے عمران کو نیچے سے اوپر تک گھورتے ہوئے کہا۔

"مس ونولیا.... ڈرنک واٹر....!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"جولیانا فٹنر واٹر....!" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہاں اس نام کی کوئی مس نہیں رہتیں.... یہاں تو میں.... یعنی کہ جی ہاں....!"

"آپ کون ہیں....!"

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ آکسن....!"

ڈی آئی جی کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک ماتحت آفیسر نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔

"جناب والا شائد انہیں غلط فہمی ہوئی ہے.... یہ یہاں تنہا رہتے ہیں۔"

"تم کیا جانو....!"

"جناب یہ ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان کے صاحب زادے ہیں اور ان کے ساتھ کوئی عورت نہیں رہتی۔"

"اوہو.... تو یہ وہ مسٹر علی عمران ہیں۔" ڈی آئی جی مسکرایا۔ "کیا آپ ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہیں گے۔"

"اوہ.... ضرور ضرور.... اندر تشریف لے چلیے....!" عمران نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

دوسرے ماتحت آفیسر مسکرا رہے تھے.... اور اب تو ڈی آئی جی کا موڈ بھی بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ وہ ڈرائینگ روم میں آ بیٹھے۔

پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے اٹھ کر عمران کے ٹیلی فون نمبر دیکھے اور سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن نمبر میں کوئی اختلاف نہیں۔''

''آخر بات کیا ہے۔'' عمران نے پوچھا۔

''ایک مشتبہ عورت جولیانا فٹنر واٹر نے کسی کو آپ کے نمبر بتائے تھے۔''

''بتا سکتی ہے....!'' عمران سر ہلا کر بولا۔

''میں نہیں سمجھا....!''

''وہ میری دوست ہے۔''

''جی....!''

''جی ہاں! لیکن یہاں نہیں رہتی.... ہو سکتا ہے کسی کو میرے ہی نمبر بتائے ہوں۔''

''وہ کہاں رہتی ہے۔''

عمران نے جولیا کا پتہ ایک ماتحت آفسر کو نوٹ کرایا۔

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے عمران کو مخاطب کیا۔

''یہ فٹنر واٹر کیا کرتی ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ کسی فارورڈنگ کلیرنگ ایجنسی میں اسٹینو ہے۔''

''اُس کا پتہ بھی لکھ دیجئے۔''

''مجھے فرم کا نام یاد نہیں۔''

''کیا وہ کوئی بُری عورت ہے۔''

''ایسی بُری بھی نہیں ہے.... ویسے میرا خیال ہے کہ دایاں کان بائیں سے کچھ چھوٹا ہے لیکن بغور دیکھنے ہی پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔''

''مسٹر عمران میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ اس لئے استدعا کروں گا کہ اس مسئلے پر سنجیدگی اختیار کیجئے۔ کیونکہ یہ ایک غیر ملکی سفیر کی بیوی کے قتل کا معاملہ ہے۔''

''قتل...!'' عمران متحیرانہ انداز میں چونک پڑا۔

''جی ہاں...!''

''تو پھر جولیا کس سلسلے میں مشتبہ ہے۔''

''ہو سکتا ہے وہ قتل کے سلسلے میں کسی بات سے واقف ہو۔''

''اگر یہ بات ہے تو وہ ضرور بتائے گی۔ میرا خیال ہے کہ وہ جھوٹ صرف ایسے ہی مواقع پر

بولتی ہے جب اپنی گرہ سے کچھ خرچ کرنا پڑے۔"

"کیا آپ اُسے ایک شریف اور بااصول عورت سمجھتے ہیں۔"

"قطعی..... قطعی.....!" وہ سر ہلا کر بولا۔

"آپ اُسے کب سے جانتے ہیں۔"

"بہت دنوں سے.....!"

"کیا وہ یہاں بھی آتی ہے۔"

"جب میرے ستارے گردش میں ہوں تو ضرور آتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سمجھا تو میں بھی نہیں ہوں کہ اُس کے آنے کی وجہ سے ستارے گردش میں آتے ہیں یا ستارے گردش میں ہوں تو وہ آتی ہے۔"

"یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"پھر بتایئے! میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا.....!" عمران نے کہا اور فون کی گھنٹی کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ جھپٹ کر ریسیور اٹھایا دوسری طرف جولیا تھی۔

"ہلو.....!" عمران چہک کر بولا۔ "فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"بکو مت! میری بات سنو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی.....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "نہیں۔ نہیں جناب..... یہ جنرل اسٹور نہیں ہے..... جنرل اسٹور نہیں ہے تو پھر میں مسور کی دال کا بھاؤ بھی نہیں بتا سکتا..... جی ہاں..... رانگ نمبر.....!" اس نے سلسلہ منقطع کر کے ایک طویل سانس لی اور احمقانہ انداز میں ڈی آئی جی کی طرف دیکھنے لگا۔



پھر عمران پیشانی پر شکنیں ڈالے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا ڈی آئی جی کی طرف مڑا۔

"کیا بات ہے۔" ڈی آئی جی نے پوچھا۔

"ایک بیگم صاحبہ مسور کی دال کے بھاؤ پوچھ رہی تھیں۔" عمران ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"میں تو تنگ آگیا ہوں اس ٹیلی فون سے۔ ہر وقت مصیبت بنا رہتا ہے۔"

"اوہ تو کسی نے آپ کو جنرل مرچنٹ سمجھ کر فون کیا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ بُرا منہ بنائے بیٹھا رہا۔ "کچھ دیر خاموشی رہی پھر ڈی آئی جی بولا۔ "یہ جولیانافٹنر واٹر کیسے مزاج کی عورت ہے۔"

"مزاج تو ملتے ہی نہیں۔"

"میری مراد ٹمپرامنٹ سے تھی۔"

"میں آج تک اُسے سمجھ ہی نہیں سکا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

پھر دو چار رسمی باتیں ہوئیں اور ڈی آئی جی اٹھ گیا۔

عمران گہری سوچ میں تھا۔ وہ اٹھ کر اُن کے ساتھ دروازے تک بھی نہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے جولیانافٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کیے۔ فوراً ہی جواب ملا۔

عمران نے اُس سے پوچھا کہ ابھی تک پولیس اُس تک پہنچی یا نہیں۔ نفی میں جواب پا کر اُس نے کہا۔ "کیپٹن فیاض اور سول پولیس سبھی کو تمہاری طرف سے تشویش لاحق ہو گئی ہے۔"

"اونہہ آنے دو.... کیا تم نے انہیں میرا پتہ بتا دیا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"نہ بتاتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ فیاض تمہاری رہائش گاہ سے واقف ہے۔"

"اور کچھ؟"

"اور کچھ بھی نہیں۔ ویسے بہتر ہوتا اگر تم اس واقعہ کی اطلاع اپنے چیف کو بھی دے دیتیں۔"

"مشورے کا شکریہ۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ لہجہ زہریلا تھا۔ عمران نے متفکرانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

کچھ دیر بعد اُس نے جوزف کو آواز دی اور وہ کمرے میں داخل ہو کر "اٹینشن" ہو گیا۔ حسب معمول اس وقت بھی جسم پر فوجی وردی تھی اور دونوں جانب بلٹ ہولسٹروں میں ریوالور بھی موجود تھے اس کا معمول تھا جب تک جاگتا رہتا جسم سے وردی نہ اترتی اور مسلح بھی رہتا۔

"جوزف....!"

"یس باس....!"

"تمہیں نگونڈا یاد ہے.... کرنل ڈوہرنگ کا حبشی ملازم....!"

"یس باس....!"

"اُسے کس نے اپنی ضمانت میں لیا تھا؟"

"مادام نشی کانے....!"

"وہ کون تھی....؟"

"فلی پائین کے سفیر کی بیوی....!"

"اب وہ آدمی نگوٹنڈا کہاں ہے۔"

"وہیں ہوگا باس! عورت اس کی کمزوری ہے۔"

"ہوں....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا وہ ہمیں مل سکے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ مل سکے گا۔"

"میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ریگی بار تک چلنا پڑے گا۔ وہ زیادہ تر وہیں ملتا ہے۔"

"کیا آج بھی جب کہ اُس کی مالکہ قتل کر دی گئی ہے....!"

"کون قتل کر دی گئی۔" جوزف نے حیرت سے پوچھا۔ "مادام نشی کا۔"

"ہاں.... اُس کی لاش ایک چینی مسٹر کاؤیوچن کی گاڑی میں پائی گئی ہے....!"

"اوہ....!" جوزف کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔

"پھر پتہ نہیں باس وہ کہاں ہوگا۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "احتیاطاً ریگی بار میں بھی دیکھ لیں گے۔ میری دانست میں تو قتل کی خبر سن کر بھی اُس نے اپنی میز نہ چھوڑی ہوگی.... وہ ایسا ہی ولد الحرام ہے.... بے وفا.... طوطے کی طرح آنکھیں بدل لینے والا....!"

وہ باہر آکر گاڑی میں بیٹھے.... عمران خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا.... جوزف پچھلی نشست پر تھا.... جب بھی جوزف عمران کے ساتھ باہر نکلتا.... راہگیروں کی نظریں اُن پر جم کر رہ جاتیں۔ کیونکہ جوزف کے انداز سے ایسا ہی لگتا جیسے عمران کسی ملک کا نابالغ شہزادہ ہو اور اُس کی نگہداشت کے فرائض جوزف کے سپرد کر دیئے گئے ہوں۔

کچھ دیر بعد گاڑی شہر کی ایک بارونق شاہراہ کے فٹ پاتھ سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ بائیں جانب والی عمارت پر "ریگی بار" کا بڑا سا بورڈ نظر آ رہا تھا۔

"آؤ....!" عمران نیچے اترتا ہوا بولا۔

بار میں قدم رکھتے ہی عمران کو تسلیم کرنا پڑا کہ جوزف کی فراہم کردہ اطلاع غلط نہیں تھی۔ نگوٹنڈا ایک گوشے کی میز پر تنہا بیٹھا پی رہا تھا.... نظریں گلدان پر مرکوز تھیں اور انگلیوں میں سگریٹ سلگ رہی تھی۔

عمران سیدھا اُس طرف چلا گیا.... جوزف اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔

نگونڈا انہیں دیکھ کر چونکا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی حالت کسی وحشت زدہ درندے سے مشابہ تھی۔ دونوں ہاتھ بلٹ ہولسٹر میں لگے ہوئے ریوالوروں کے دستوں پر جا ٹکے تھے۔

"بیٹھ جاؤ...." عمران سرد لہجے میں بولا۔

"اس اچانک ملاقات کا مقصد معلوم کئے بغیر نہیں....!" نگونڈا غرایا۔ کبھی کبھی وہ جوزف کو بھی گھورنے لگتا۔

عمران اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور جوزف کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا نگونڈا سے بولا۔ "کیا تم نے ابھی تک کوئی بُری خبر نہیں سنی۔"

"نہیں....!" نگونڈا پھر غرایا اور ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھ گیا.... جوزف بھی بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے مادام نشی کو کب سے نہیں دیکھا؟ عمران نے نگونڈا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا؟"

"مطلب کیا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ فی الحال مادام نشی کا میں دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"میں جواب دینے کا پابند نہیں۔"

"کیا تم مجھے بھول گئے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"نہیں اپنے موقع کا منتظر ہوں۔"

"باس....!" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم اپنی زبان تھکانے کی بجائے ہاتھوں کو تکلیف دو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"شٹ اپ....!" نگونڈا جوزف پر الٹ پڑا۔

جوزف کا ہاتھ ریوالور پر گیا ہی تھا کہ عمران بول پڑا۔ "جوزف میں یہاں کسی قسم کا جھگڑا پسند نہیں کروں گا۔"

"تو پھر باہر چلو....!" نگونڈا نے چیلنج کیا۔

"نہیں....!" عمران جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکارا۔

"اگر تم آدمیوں کی طرح بات نہیں کرو گے تو پچھتانا پڑے گا۔ تمہیں ایک بار تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر کوئی واضح ثبوت تمہارے خلاف مل سکا ہوتا تو اس وقت جیل میں بھی ہوتے۔"

نگونڈا اسے گھورتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "کیا کہنا چاہتے ہو۔ میرے پاس زیادہ وقت

ــــہ اس کی داستان "ڈاکٹر دعاگو" جلد نمبر 34 میں ملاحظہ فرمائیں۔

نہیں ہے۔"

"کسی نے مادام نشی کا کو قتل کر دیا۔"

"کیا....؟" نگونڈا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر اُس نے اس انداز میں جوزف کی طرف دیکھا جیسے اس اطلاع کی تصدیق چاہتا ہو۔

"ہاں.... باس کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔" جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔

"کس نے۔ کس نے قتل کیا مادام کو....!"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ تم صبح سے اب تک کہاں رہے ہو۔"

"کیوں؟" اُس کے تیور بدل گئے۔

"میری بات کا جواب دو....!" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہارا ریکارڈ بھی اچھا نہیں رہا۔"

"بار ٹنڈر شہادت دے گا کہ میں آٹھ بجے صبح سے اس وقت تک یہیں رہا ہوں۔"

"اُس کی لاش ایک چینی کنٹریکٹر کاؤیوچن کی کار میں ملی ہے۔"

"کاؤیوچن....!" نگونڈا اس طرح بڑبڑایا جیسے ذہن پر زور دے رہا ہو۔

عمران اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ جوزف ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا تھا۔ شائد شراب کی بو اُسے پریشان کر رہی تھی۔

"کاؤیوچن....!" نگونڈا تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اس نام سے کان آشنا معلوم ہوتے ہیں۔ مگر یہ کب کی بات ہے۔"

"تین چار گھنٹے گذرے۔" عمران نے بدستور اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتے....؟"

"مادام نشی کا قتل... لیکن میں تمہاری باتوں پر کیسے اعتماد کر لوں۔ ہو سکتا ہے کسی چکر میں ہو۔"

"کاؤنٹر پر فون موجود ہے۔" عمران نے کاؤنٹر کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اپنی تشفی کر سکتے ہو.... نمبر نہ ہوں تو میں بتاؤں.... شائد براہِ راست سفیر صاحب ہی سے بات کر سکو۔"

نگونڈا کچھ نہ بولا۔

جوزف نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ خاموش ہی رہ گیا۔

عمران جانتا تھا کہ اگر دونوں کے درمیان نوک جھونک شروع ہو گئی تو کام کی بات جہاں تہاں

رہ جائے گی۔

"جلدی کرو دوست میرے پاس وقت نہیں۔" اُس نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے نگونڈا سے کہا۔

"اور کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"ان دنوں وہ کس سے بہت زیادہ مل رہی تھی؟"

"یہ میں ہرگز نہیں بتاؤں گا....؟"

"کیوں....؟"

"وہ میری مالکہ تھی۔ میں اُس کا باڈی گارڈ تھا....!"

"آخر تم جیسا باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"میں اس سوال کا جواب بھی نہیں دے سکوں گا۔"

"شائد پھر مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے۔"

"آزما دیکھو....!" نگونڈا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"بہت ہو چکا باس....!" جوزف غرایا۔

"تم خاموش رہو۔" عمران نے اُسے ڈانٹا۔

جوزف نے ایسا بُرا منہ بنایا جیسے اُسے اُسکے کسی پسندیدہ مشغلے سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی ہو۔

"ہاں.... پھر؟" عمران نے نگونڈا کو مخاطب کیا۔ "شائد تم یہی چاہتے ہو کہ تمہیں مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں جگہ دے کر پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا چاہتے ہو۔"

"اُس آدمی کا نام اور پتہ چاہئے جس کے ساتھ وہ ان دنوں بہت زیادہ رہتی ہو۔"

"میں کیسے بتا سکوں گا۔"

"تم اُس کے باڈی گارڈ تھے۔"

دفعتاً نگونڈا کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔

عمران اٹھ کر جھپٹا۔

نگونڈا کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

"جوزف....!" عمران دروازے کی طرف جھپٹتا ہوا چیخا۔ ہر چند کہ معاملہ جوزف کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن وہ اُس کے پیچھے تیزی سے دوڑ گیا۔



وہ یقینی طور پر کوئی بے آواز ریوالور ہی تھا جس نے نگونڈا کا کام تمام کیا تھا۔ جیسے ہی دونوں بار سے باہر نکلے اندر سے بار ٹنڈر نے چیخنا شروع کر دیا۔

"پکڑو.... پکڑو.... قاتل.... قاتل.... پولیس.... قتل.... پولیس....!"

عمران نے سوچا اگر ایسی حالت میں پکڑا گیا تو بڑی درگت بنے گی۔ اُس نے جوزف کا ہاتھ پکڑا اور اپنی گاڑی کی طرف دوڑنے لگا۔ غنیمت یہی تھا کہ بار ٹنڈر باہر نہیں نکلا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ہی کھڑا چیختا رہا تھا.... اگر وہ فٹ پاتھ پر نکل آیا ہوتا تو پھر اُن دونوں کا بچنا محال ہوتا۔

کار تیزی سے دوڑتی رہی۔ جوزف مڑ مڑ کر دیکھے جا رہا تھا....

"کیا پیچھے کوئی گاڑی آ رہی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں باس....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن یہ کیا ہوا باس....!"

"بے آواز ریوالور....؟"

"تم اُس سے کیا پوچھنا چاہتے تھے۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ....!" عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر جملہ پورا کئے بغیر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ جوزف منہ کھولے استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔

"تو کیا وہ سچ مچ قتل کر دی گئی۔" اُس نے کچھ دیر بعد خود ہی اُس سے سوال کیا۔

"ہاں یہ درست ہے....!" عمران نے آہستہ سے جواب دیا۔

"اگر یہ درست ہے.... تو پھر....؟"

"تو پھر کیا؟"

"وہ ان دنوں ایک اجنبی کے ساتھ بہت زیادہ دیکھی جا رہی تھی۔"

"تم اُس کے متعلق اتنا زیادہ کیسے جانتے ہو۔"

"میں نگونڈا کی تاک میں تھا باس! اس لئے اُس پر بھی نظر پڑ ہی جاتی تھی۔ وہ اُس کا باڈی گارڈ ہی تو تھا۔"

"لیکن تم نگونڈا کی تاک میں کیوں رہتے تھے۔"

"ہم دونوں میں سے صرف ایک ہی زندہ رہ سکتا تھا باس....!"

"اوہو.... لیکن کیوں....؟"

"میں نے قسم کھائی تھی؟"

"اب میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم نے کیوں قسم کھائی تھی۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

جوزف کچھ نہ بولا۔ وہ خالی خالی نظروں سے خلاء میں گھورے جارہا تھا۔

"کیا تم اس چینی کو جانتے ہو جسکے ساتھ وہ دیکھی جاتی تھی۔" عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"میں اُس کا نام نہیں جانتا.... موٹا اور پستہ قد آدمی ہے۔"

"ہوں....!" عمران نے طویل سانس لی۔ صفدر نے کاؤیوچن کے متعلق بھی یہی بتایا تھا کہ وہ موٹا اور پستہ قد ہے۔

"وہ کہاں رہتا ہے۔"

"میں یہ بھی نہیں جانتا۔"

"تم نے اُسے کہاں دیکھا تھا....؟"

"زیادہ تر رائیل ہوٹل میں....!"

"اوہو.... تو جناب اعلیٰ پیمانے کے ہوٹلوں میں نشست و برخاست رکھتے ہیں۔"

"ہیڈ ویٹر میرا دوست ہے؟" جوزف جلدی سے بولا۔

"ہوں! اچھا اب تم فلیٹ میں نہیں رہو گے۔ میں تمہیں رانا تہور علی والے محل میں اتار دونگا۔"

"مجھے کب تک وہاں رہنا پڑے گا۔" جوزف نے ناخوش گوار لہجے میں پوچھا۔

"اور تم اپنی یہ فوجی وردی قطعی طور پر اتار دو گے۔" عمران نے اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" جوزف بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"تم سمجھنے کے لئے نہیں بلکہ صرف متحرک رہنے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔" عمران نے کہا اور پھر جوزف کے ہونٹ قطعی طور پر غیر متحرک ہو گئے۔

رانا پیلس بھی سیکرٹ سروس والوں کی کمین گاہوں میں سے ایک تھی۔ جوزف کو وہیں چھوڑ کر عمران آگے بڑھ گیا۔

رائیل ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں گاڑی روک کر وہ نیچے اُترا۔ کاؤنٹر کلرک کے علاوہ اور کسی سے گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھ کر وہ سیدھا اُسی کی طرف چلا گیا۔

"فرمائیے جناب" کلرک نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"مسٹر کاؤیوچن کس کمرے میں مقیم ہیں۔"

"مسٹر کاؤ یوچن.... "کلرک کچھ سوچتا ہوا بولا۔" میرا خیال ہے کہ یہاں اس نام کا کوئی آدمی مقیم نہیں۔"

"ارے.... وہ موٹے سے.... چھوٹے قد والے چینی.... صاحب....!"

"چینی.... جی ہاں.... ایک ایسا چینی یہاں ہے.... لیکن اُس کا نام کاؤ یوچن نہیں ہے۔"

"اوہ تو پھر میں نام بھول رہا ہوں شائد....!" عمران متفکرانہ انداز میں اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"ٹھہریئے.... میں نام بتاتا ہوں۔" کلرک ایک رجسٹر اٹھا کر اس کے ورق الٹنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔"اُس کا نام فوہی ہے.... کمرہ نمبر بیاسی.... یہ تیسری منزل کی چوتھی راہداری میں ہے۔"

"شکریہ.... کب سے قیام ہے ان صاحب کا۔"

"تین ماہ سے۔"

"شکریہ....!"

"کیا میں انہیں فون پر مطلع کردوں کہ کوئی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں ویسے ہی مل لوں گا۔"

اب عمران اوپری منزل کے زینوں کی طرف جارہا تھا۔

تیسری منزل کی چوتھی راہداری کے کمرہ نمبر بیاسی کے سامنے پہنچ کر رکا۔ دروازہ کھٹکایا لیکن جواب نہ ملا۔ پھر متواتر دستک دیتا رہا۔

دروازہ مقفل نہیں تھا کیونکہ کنجی باہر ہک سے لٹکی ہوئی تھی۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور احتیاط سے اندر داخل ہو کر دروازہ پھر بند کردیا۔

ایک موٹا اور پستہ قد چینی سامنے صوفے پر بیٹھا نظر آیا۔

"شائد تم اونچا سنتے ہو۔" عمران نے بہ آواز بلند انگریزی میں کہا۔

لیکن موٹے چینی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

اب عمران نے غور سے دیکھا.... موٹا پلکیں جھپکائے بغیر ایک ہی سمت گھورے جارہا تھا۔ جسم میں خفیف سی حرکت بھی نہیں تھی....

کوئی غیر فطری چیز تھی اس کے انداز میں۔ عمران تیزی سے اس کے قریب آیا اور جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

پھر سیدھے کھڑے ہو کر ٹھنڈی سانس لی۔ موٹا چینی مرچکا تھا۔ لیکن یہ کون تھا....؟ فوہی

یا کاؤیوچن.... ہو سکتا ہے یہ دونوں نام ایک شخصیت سے متعلق ہوں.... اُس نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر سوئچ آن کر کے کمرے کا بلب روشن کر دیا لیکن سوئچ کو ہاتھ لگاتے وقت اپنی انگلی پر رومال لپیٹنا نہیں بھولا تھا۔

جیب سے مناکس کا اسپائی کیمرہ نکال کر لاش کی کئی تصویریں مختلف زاویوں سے لیں اور لائٹ بند کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔

واپسی پر اُس نے دروازے کے ہینڈل کو بھی رومال سے صاف کر دیا...!

وہ سوچ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن اُس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ کسی گمنام آدمی کی طرف سے فون پر پولیس کو اطلاع دے کہ رائیل ہوٹل کے کمرہ نمبر بیاسی میں ایک لاش موجود ہے؟

تگونڈا جو مادام نشی کا باڈی گارڈ تھا اس طرح مارا گیا اور وہ آدمی جس کے ساتھ وہ ان دنوں بہت زیادہ دیکھی گئی تھی رائیل ہوٹل کے کمرے میں مردہ پایا گیا۔ رنگی بار کا بارٹنڈر غالباً یہی سمجھا تھا کہ وہی دونوں تگونڈا کو قتل کر کے بھاگے ہیں اور رائیل ہوٹل کا کاؤنٹر کلرک بھی پولیس کو اس آدمی کی کہانی ضرور سنائے گا جس نے فوجی کے متعلق نہ صرف پوچھ گچھ کی تھی بلکہ اُس کے کمرے میں بھی گیا تھا۔

عمران سوچتا رہا اور کار شہر کی سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ ایک جگہ گاڑی روک کر وہ پھر اترا۔ قریب ہی پبلک ٹیلی فون بوتھ تھا وہاں سے پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر کے رائیل ہوٹل والی لاش کے متعلق اطلاع دی اور باہر نکل کر تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے جوزف کو رنگی بار لے جا کر غلطی کی۔ کسی باوردی اور مسلح نیگرو کی تلاش، کم از کم کیپٹن فیاض کے لئے تو آسان ہی ہو گی۔

اب اُس کی گاڑی کا رخ دانش منزل کی طرف تھا...

دانش منزل پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے اور اُسے دانش منزل پہنچنے کو کہا۔ پھر ڈارک روم میں جا کر اسپائی کیمرہ سے فلم نکال کر ڈیولپ کی.... اتنے میں بلیک زیرو بھی پہنچ گیا۔ دونوں کافی دیر تک آج کی وارداتوں کے متعلق گفتگو کرتے رہے.... لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ ڈارک روم میں نظر آیا... لاش کی تصویریں [illegible] تھیں اور انہیں [illegible] کر کے جیب میں رکھتا ہوا باہر نکل آیا... بلیک زیرو کو پہلے ہی رخصت کر چکا تھا۔

اب فون پر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے اور اسے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں آنے کو کہا۔

شام ہو چلی تھی.... سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا۔ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں بھی خاصی رونق نظر آئی۔

کچھ دیر بعد صفدر بھی آ پہنچا.... عمران نے ڈائننگ ہال میں بیٹھنا مناسب نہ سمجھا.... صفدر کو بال روم کی طرف لیتا چلا گیا۔

"کیپٹن فیاض کو آپ کی تلاش ہے۔" اُس نے عمران سے کہا۔

"ہونی ہی چاہئے....!"

"میرا خیال ہے کہ اس وقت بھی آپ کے فلیٹ میں اُس کا آدمی آپ کا منتظر ہو گا۔"

"کوئی خاص بات....!"

"ریگی بار میں کسی نے نگونڈا کو قتل کر دیا.... وہ نگونڈا.... شائد آپ کو یاد ہو.... کرنل ڈوہرنگ کا باڈی گارڈ تھا۔"

"تو پھر.... اس سلسلے میں میری تلاش کیا معنی رکھتی ہے۔"

"بار ٹنڈر کے بیان کے مطابق اُس کی میز پر دو اور آدمی بھی موجود تھے۔ اُن میں ایک نیگرو تھا.... ملٹری یونیفارم میں.... اور اُس کے ہولسٹروں میں...."

عمران نے جملہ پورا ہونے سے قبل ہی چینی کی لاش کی تصاویر جیب سے نکال کر اُس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔ "اسے پہچانتے ہو۔"

"نہیں....!" صفدر نے تھوڑی دیر تک اُن کا جائزہ لیتے رہنے کے بعد کہا۔

"تو یہ کاؤیوچن نہیں ہے؟"

"نہیں.... قطعی نہیں....!" صفدر نے خود اعتمادی کے ساتھ کہا۔



عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "رائل ہوٹل کے کمرہ نمبر بیاسی میں اس آدمی کی لاش موجود ہے۔ معلوم کرو کہ پولیس وہاں پہنچی یا نہیں اور اس آدمی سے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہو سکے وہ بہر حال تمہارے چیف تک پہنچ جانے کی ... ہو گی.... تم اس کے بارے میں ساری اطلاعات براہ راست ایکس ٹو کو دے سکتے ہو۔"

"کیا اس کا تعلق بھی جولیا والے واقعے ہی سے ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"پتہ نہیں....!" عمران نے کہا اور خاموشی سے ایک جانب گھورتا رہا۔

"تو پھر اب میں جاؤں....!" صفدر نے پوچھا۔

"یقیناً.... ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام فوہی دزرج ہے۔"

صفدر کو رخصت کر کے وہ پھر ڈائننگ ہال میں واپس آگیا۔ یہاں کی رونق کچھ اور بڑھ گئی تھی.... لیکن عمران نے تو بوریت ہی محسوس کی کیونکہ ہال میں داخل ہوتے ہی کیپٹن فیاض پر نظر پڑی تھی.... اُس نے بھی شائد اسے دیکھ کر ہی ہاتھ ہلایا تھا.... وہ طوعاً و کرہاً اُسکی میز کیطرف بڑھا۔

"مجھے توقع تھی کہ یہیں ملاقات ہوگی۔" فیاض بولا۔

عمران بے دلی سے سر ہلا کر اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

فیاض معنی خیز انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا۔ عمران نے بھی آنکھیں چرانے کی کوشش نہیں کی۔

کچھ دیر بعد فیاض مسکرا کر بولا۔ "میں رنگی بار کے بارٹنڈر اور رائل ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک سے مل چکا ہوں۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے.... لیکن یہ جملہ تھا یا کسی کہانی کا طویل عنوان۔"

"جوزف کہاں ہے؟"

"کیا اُسے بھی بور کرو گے.... شاعری اُس کی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دونوں نگونڈا سے کیوں ملے تھے۔"

"کیا تم اس کی وجہ نہ جانتے ہو گے۔"

"جو میں پوچھ رہا ہوں اُس کا جواب دو۔"

"تمہارا پابند تو نہیں ہوں سوپر فیاض۔"

"تم پابند ہو۔" وہ آگے جھک کر اُس کی آنکھوں میں گھورتا ہوا غرایا۔ "یہ میں ایک ذمہ دار آفیسر کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں۔"

"میں ایک غیر ذمہ دار شہری ہونے کے علاوہ کنوارا بھی ہوں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میں کوئی بال بچے دار آدمی تو ہوں نہیں کہ تم جیسے آفیسروں کی [illegible]

"تمہیں میرے سوالات کا جواب دینا ہی پڑے گا۔" فیاض میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

"پوچھو.....؟" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ریگی بار میں کیوں گئے تھے؟"

"کسی بار میں لوگ کیوں جاتے ہیں۔"

"تم اُس کے لئے ہرگز نہ گئے ہوگے..... میں جانتا ہوں کہ تم نہیں پیتے۔"

"پچھلے ہفتے سے پینے لگا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم دونوں پر نگونڈا کے قتل کا الزام ہے اس لئے سنجیدگی سے گفتگو کرو۔"

"کیا اُسے بھی کسی نے قتل کر دیا.....؟" عمران چونک کر بولا۔ "خاصی اچھی ایکٹنگ کی تھی۔"

"ہوں.....؟" فیاض غرایا۔

"تب تو معاملات گہرے معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیسے معاملات.....؟"

"وہ مادام نشی کا کا باڈی گارڈ تھا۔"

"کیا مطلب.....!" فیاض اچھل پڑا۔

"ہاں پیارے سوپر فیاض۔ وہ مادام نشی کا کا باڈی گارڈ تھا۔"

"میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔" فیاض کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تو تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ تم اور جوزف اس سے ریگی بار میں ملے تھے۔"

عمران نے سوچا کہ وہ اُس کی شناخت کے لئے ریگی بار کے بارٹنڈر کو بھی طلب کر سکتا ہے اس لئے اب سچی بات کہہ دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔

"ہاں ہم اُس سے ملے تھے لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ اگلتا کسی بے آواز ریوالور کی گولی اُسے ہی چاٹ گئی۔"

فیاض اُس کی آنکھوں میں گھورتا رہا لیکن اُس کے خاموش ہو جانے پر کافی دیر تک اُس سے کوئی نیا سوال نہیں کیا۔ عمران تھوڑے توقف کے بعد خود ہی بولا۔ "ظاہر ہے کہ مجھے اور جوزف کو بھی بھاگنا ہی پڑا ہوگا؟ کیونکہ اُس وقت وہاں بارٹنڈر کے علاوہ کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا..... اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ بارٹنڈر ہمیں ہی قاتل سمجھ کر شور مچانے لگا تھا۔"

"خیر..... خیر..... لیکن رائل ہوٹل میں کیوں گئے تھے۔"

"وہ یہاں کی تلاش میں [illegible]

پچھلے دنوں کی [illegible] سے پتہ چلا تھا کہ تیتلی کے ساتھ رہتی چلی آرہی تھی جو رائل ہوٹل میں مقیم

تھا۔ میں سمجھا کاؤیو چن ہوگا۔ کیونکہ اُس کا حلیہ بھی یہی سنا تھا۔ لیکن وہ خود ہی نکلا۔۔۔۔!"

"غالباً تم اُس کی موت کے اسباب پر بھی روشنی ڈال سکو گے۔"

"اُس کی لاش ہی سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"کیا خیال ہے؟ اُس کی موت کیسے واقع ہوئی ہوگی؟"

"خدا جانے۔۔۔۔!" عمران نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اُس کے جسم پر زخم کا نشان بھی نہیں تھا۔"

"ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ دم گھٹنے کی وجہ سے مرا ہوگا۔ اب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار ہے۔"

"اُس کے متعلق اور کیا معلومات فراہم کیں۔" عمران نے اُسے ٹٹولنے والی نظر سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بس اتنی ہی جتنی ہوٹل کے رجسٹر سے فراہم ہو سکتی تھیں۔"

"یعنی۔۔۔۔!"

"وہ ہانگ کانگ سے آیا تھا۔ اُس کے پاسپورٹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ پاسپورٹ کے علاوہ کسی دوسری قسم کے کاغذات اُس کے سامان سے برآمد نہیں ہوئے۔"

"نشی کا کی تصویر رائیل ہوٹل والوں کو دکھا کر تم اُس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہو۔"

"شکریہ۔۔۔۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن تم اس معاملے میں کہاں سے آکودے۔"

"جولیانا فٹنر واٹر کی خاطر۔۔۔۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"لیکن میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اس چکر میں نہ پڑو ورنہ پچھتاؤ گے۔۔۔۔"

"اس مشورے کی وجہ۔۔۔۔؟"

"میں پوچھتا ہوں کیا ضروری ہے کہ تم ہر معاملے میں ٹانگ اڑا بیٹھو!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"میں نہ بھی اڑاؤں تو تم میری ٹانگ پکڑ کر خود ہی اس قسم کے معاملات میں اڑا دیتے ہو۔"

"ضروری نہیں ہے۔" فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"چلو تسلیم کر لیا۔۔۔۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن اب تو ٹانگ اڑا ہی بیٹھا ہوں اس لئے وہ آخیر تک اڑی رہے گی۔ ویسے کیا تم کاؤیو چن کی قیام گاہ سے واقف ہو۔"

"جی ہاں! وہ محکمہ خارجہ کی نگرانی میں ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا ٹھیک ہے۔"

"یہی ہونا چاہئے تھا؟"

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اس معاملے سے الگ رہو۔۔۔!" فیاض نے خلوص کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھوڑی دیر خاموش رہا پھر پوچھا۔ "جوزف کہاں ہے؟"

"روپوش ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔!"

"اُس نے غالباً یہی سوچا ہو گا کہ کسی باوردی اور مسلح نیگرو کا تذکرہ سن کر تم اُس کی ٹانگ لو گے لہٰذا وہ کہیں کھسک گیا۔"

"اُس کا پتہ تو تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔ میں دو چار دن اُسے حوالات میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کس خوشی میں۔"

"کارکردگی تو دکھانی ہی پڑے گی۔" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے پکڑ کر بند کر دو پیارے۔۔۔!"

"یہ بھی ناممکن تو نہیں ہے۔" فیاض اُسے گھورتا ہوا غرایا۔

"سچ ہے بڑی بوڑھیوں کا کہنا کہ پولیس والے کسی کے یار نہیں ہوتے۔"

"میں سچ کہتا ہوں کہ اگر جوزف نہ ملا تو مجبوراً تمہیں ہی حراست میں لینا پڑے گا۔ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا معاملہ ہے۔ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر کوئی گرفتاری نہ ہوئی تو خود تمہارے والد صاحب کی پوزیشن بھی بڑی خراب ہو جائے گی۔"

"اگر یہی بات ہے تو میں کسی طوائف کو پکا کیے دیتا ہوں۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔!"

"وہ کہہ دے گی کہ کاؤیوچن سے اُس کے تعلقات تھے۔ اُسے کسی دوسری عورت کے ساتھ دیکھ کر اُسے غصہ آ گیا اس غم و غصہ کا اظہار اُس نے اپنے کسی دوسرے آشنا سے کر دیا۔ بالآخر اُس آشنا نے اُسے خوش کرنے کے لئے مادام نشی کا کو قتل کر دیا۔ خاصی اچھی روداد تیار ہو جائے گی۔"

"میں سنجیدہ ہوں عمران۔" فیاض غصیلے لہجے میں بولا۔ "تمہیں یا جوزف کو دو چار دن حوالات میں رہنا پڑے گا۔"

"اچھا تو پھر میں چلوں۔۔۔ اُسے تلاش کروں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے۔" فیاض اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

عمران اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ فیاض نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
کمپاؤنڈ میں پہنچ کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ انجن اسٹارٹ کیا اور پھاٹک سے گذر کر سڑک پر آگیا.... لیکن جب وہ پھاٹک سے گذر رہا تھا کوئی ٹھنڈی سی چیز اُس کی گردن سے آلگی ساتھ ہی کسی سرگوشی کی بھی آواز سنائی دی۔ "اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور ہے.... چپ چاپ چلتے رہو۔ مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تو گردن میں سوراخ ہو جائے گا۔"

پھر ایک ہاتھ آگے بڑھا اور عقب نما آئینے کی پوزیشن بھی بدل دی گئی اس طرح کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والے کا چہرہ اُسے نظر آسکے۔ گردن پر ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھ گیا۔

"بائیں جانب موڑو....!" ریوالور والے نے کہا اور عمران نے بے چون وچرا تعمیل کی۔ پھر بولا۔ "کہاں لے چلو گے۔"

"چپ چاپ چلتے رہو۔"

"اور اگر میں انکار کردوں تو....!"

"کر کے دیکھو....!"

عمران نے طویل سانس لی اور چپ چاپ اسٹیئر کرتا رہا۔

گردن پر ریوالور کا دباؤ بدستور محسوس ہوتا رہا۔



کچھ دیر بعد وہ ایک ویران علاقے سے گذر رہے تھے۔ پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا نامعلوم آدمی عمران کو برابر ہدایات دیتا رہا اور گردن پر ریوالور کی نال کا دباؤ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

"اب بائیں طرف کچے راستے پر موڑ دو....!" پچھلی نشست سے کہا گیا۔

"میں ہرگز شادی نہیں کروں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں سمجھ گیا... ڈیڈی ڈارلنگ اب ایسی حرکتوں سے مجھے راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔"

"بکواس بند کرو... بائیں موڑو....!" گردن پر ریوالور کا دباؤ کچھ اور بڑھ گیا۔

کار متذکرہ سمت مڑنی ہی پڑی۔ کچھ دور چلنے کے بعد کچے راستے پر دو رویہ جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

"روک دو....!" پچھلی نشست سے کہا گیا۔

عمران پچھلے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں تین چار آدمیوں کو دیکھ چکا تھا، جو تھوڑے ہی فاصلے پر راستہ روکے کھڑے تھے۔

عمران نے گاڑی روک کر مشین بند کر دی۔۔۔۔ اور اُسے ریوالور ہی کے زور سے نیچے اتار دیا گیا! کئی آدمی اُسے گھیرے کھڑے تھے! ان میں ہر ایک کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس کے لئے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ دوسرے لمحے میں کیا ہوگا۔

”اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔“ کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ فوراً ہی تعمیل کی گئی۔ عمران نے چپ چاپ پٹی بندھوالی۔ ابھی تک کچھ کر گذرنے کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔

اب اُسے دوبارہ گاڑی میں بٹھایا گیا۔ دو آدمیوں کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔ کار چل پڑی کوئی اور ڈرائیو کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ گاڑی دوبارہ پختہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

وہ دم سادھے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پتہ نہیں وہ اُس سے کیا چاہتے تھے۔ مقصد قتل کر دینا ہوتا تو ٹپ ٹاپ کی کمپاؤنڈ میں بھی یہ کام بہ آسانی انجام پا سکتا۔ یقین کے ساتھ یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ حالیہ واقعات سے متعلق تھے یا کوئی پرانے دشمن۔

تھوڑی دیر بعد خود اُسے اپنی خاموشی گراں گذرنے لگی اور اُس نے خوامخواہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”بہت دنوں سے خواہش تھی کہ کچھ دن آرام بھی کروں۔“

”ہم بھی یہی چاہتے ہیں برخوردار۔۔۔!“ کسی نے جواب دیا اور عمران اس طرح چونک پڑا جیسے پہلے کبھی یہ آواز سن چکا ہو۔

”شکریہ۔۔۔!“ عمران چہکا۔۔۔ لیکن اس آواز کے متعلق ذہن پر زور دیتا رہا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ گاڑی کے انجن کی ہلکی سی آواز اس وقت ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے کان کے پردے پھاڑے دے رہی ہو۔ اُسے اپنا سر بوجھل سا محسوس ہو رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر خود اُسے بھی اپنے اطمینان پر حیرت ہونے لگی۔

کچھ دیر بعد گاڑی رکی اور کسی نے اس کے بائیں پہلو پر ریوالور کا دباؤ ڈال کر کہا۔ ”نیچے اترو۔“ اس نے بے چوں و چرا تعمیل کی۔ دو آدمی اس کے بازو پکڑے چلاتے رہے اور پھر دفعتاً کسی [illegible]

پٹی کھلتے ہی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کمرے میں زیادہ قوت کے کئی بلب روشن

تھے۔ چار آدمی نظر آئے۔ لیکن کوئی صورت جانی پہچانی نہیں تھی پھر وہ آواز کس کی تھی۔ آواز سے تو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے بولنے والے کا چہرہ دیکھتے ہی وہ اُسے پہچان لے گا۔

عمران چند لمحے اُنہیں گھورتا رہا پھر بولا۔ "رات کے کھانے کی کیا رہے گی۔" انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بُرے سے منہ بنا کر رہ گئے۔

پھر ایک سریلی سی آواز آئی۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اور عمران کی آنکھوں میں بجلیاں سی کوند گئیں.... بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔ یوروپین تھی۔ عمران قومیت کا اندازہ نہ کر سکا۔

عمر انیس بیس سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ نیلے اسکرٹ اور سفید بلاؤز میں تھی۔

اُسے دیکھتے ہی چاروں آدمی وہاں سے چلے گئے لیکن عمران نے محسوس کیا کہ دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا ہے۔ ساخت کے اعتبار سے یہ کمرہ ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔

لڑکی خاموشی سے کھڑی اُسے دیکھتی رہی۔ چہرے پر کچھ ایسے تاثرات تھے جیسے وہ کچھ کہنا تو چاہتی ہو لیکن ہچکچاہٹ آڑے رہی ہو۔

عمران نے چاروں طرف دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

"کیا تم ناراض ہو....!" لڑکی نے دفعتاً آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں.... بالکل نہیں۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بھلا اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔"

"میں مجبور تھی۔"

"ضرور رہی ہو گی۔"

"چھ ماہ سے تمہیں دیکھ رہی تھی۔"

"نہیں...." عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بھلا چھ ماہ میں کیا ہوتا ہے۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" لڑکی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یہ کیسے سمجھا تم نے۔"

"تم نے اس طرح لائے جانے پر حیرت نہیں ظاہر کی۔"

"عادت نہیں ہے۔ حیرت ظاہر کرنے میں بھی تھوڑی انرجی ضائع ہوتی ہے۔"

"میں دل سے تمہیں [illegible] تھی۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے.... رات کا کھانا ابھی تک نصیب نہیں ہوا....!"

"اوہ.... اچھا ٹھہرو.....!" لڑکی نے آگے بڑھ کر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر آکر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

"کھانا لگاؤ.....!" لڑکی نے اُس سے کہا اور وہ قدرے خم ہو کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"میں سب کچھ بتادوں گی۔" وہ عمران سے مخاطب ہو کر بولی۔ "اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے معاف کردو گے۔"

عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ سامنے دیوار پر تجریدی آرٹ کا ایک نمونہ دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اُس کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی۔ آنکھیں بند ہونے لگیں اور پھر وہ آگے پیچھے جھولتا ہوا اوندھے منہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"ارے.... ارے....!" لڑکی بوکھلا کر دوڑ پڑی۔

"کیا ہے.... کیا بات ہے۔" وہ اُس کے قریب دوزانو بیٹھی پوچھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک تو عمران دم سادھے پڑا رہا پھر سر اٹھا کر نحیف آواز میں بولا۔ "وہ.... وہ سامنے.... والی تصویر.....!"

"آ.... ہاں!" لڑکی سر اٹھا کر تصویر کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "کیوں....؟"

"اس کا مطلب سمجھاؤ مجھے....؟" عمران نے روہانسی آواز میں کہا۔

"یعنی.... مم.... میں نہیں سمجھی۔"

"ہائے....!" عمران کراہا۔ "تم بھی نہیں سمجھیں! تو پھر اب کون مجھے سمجھائے گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو! کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔ تصویر.... تصویر.... میں کیا بات ہے۔"

"بات ہی سمجھ میں آگئی ہوتی تو اس حال کو کیوں پہنچتا۔" عمران کراہ کر اٹھ بیٹھا۔

"سچ بتاؤ.... کیا بات ہے۔"

"تجریدی آرٹ کا وہ نمونہ جو میری سمجھ میں نہ آسکے مجھ پر یہی ظلم ڈھاتا ہے.... ٹھہرو اب دوسری طرف سے دیکھتا ہوں۔ شائد کچھ پلے پڑے۔"

وہ تصویر کی طرف منہ کر کے سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ لڑکی قریب ہی کھڑی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتی رہی۔

کچھ دیر بعد سیدھا ہو کر مایوسانہ لہجے میں بولا۔ "بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔ اب کیا ہوگا۔"

"[illegible] پیشانی [illegible]۔

"مجھے اس تصویر کا مطلب سمجھاؤ ورنہ ہسٹریا کے دورے پڑنے لگیں گے مجھ پر۔"

"اوہ...! اب سمجھی... تم اس تصویر کا مضحکہ اڑانا چاہتے ہو۔ خود مجھے پسند نہیں ہے مگر پاپا۔"

"پاپا..." عمران بوکھلا کر دو چار قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "کیا تمہارا پاپا بھی ہیں۔"

"کیوں...؟" لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

"اور... اور... میں یہاں۔"

"ہاں کیوں؟" لڑکی جھنجھلا گئی۔ "پوری بات کیا کرو۔"

"مطلب یہ کہ... کیا وہ مجھے یہاں دیکھ کر خفا نہ ہوں گے۔"

"یقیناً... اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم یہاں کس طرح لائے گئے ہو۔"

"اوہ... تو تم ان سے کیا کہو گی۔"

"یہی کہ میرے ایک دوست ہیں... باہر سے آئے ہیں۔"

"ہوں... بڑی چالاک معلوم ہوتی ہو... لیکن یہ لوگ کون تھے جو مجھے یہاں لائے ہیں۔"

"ہمارے ملازمین۔"

"اگر انہوں نے تمہارے پاپا کو اطلاع دے دی تو۔"

"نہیں وہ ایسا نہیں کریں گے... مجھے اُن پر اعتماد ہے۔"

"ہونا ہی چاہئے...!" عمران اُسے نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب...!"

"بھوک برداشت سے باہر ہو رہی ہے... اب!" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

لڑکی نے پھر گھنٹی بجائی... لیکن اس بار دروازہ کھلنے پر ایک سفید فام معمر غیر ملکی آدمی دکھائی دیا۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چندھیائی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طر[illegible] صاف تھی۔ جسم کی بناوٹ سے خاصا توانا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

وہ چند لمحے دروازے میں کھڑا اس طرح نتھنے سکوڑتا رہا جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو... پھر گرج کر بولا۔ "یہاں کون ہے؟"

"مم... میں ہوں... پاپا...!"

"صرف تم...؟"

"جی نہیں تو... میرے ایک فرینڈ بھی ہیں [illegible] فرنانڈس [illegible]"

لفظ فرنانڈس پر عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کچھ ایسا منہ بنایا جیسے کوئی سخت سی چیز نگلنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ہے.... فرنانڈس....!" بوڑھا خوش ہو کر بولا۔ "ہلو مسٹر فرنانڈس.... ہاؤڈو یوڈو....!"

"او کے.... تھینکس....!" عمران نے خالص امریکی لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر فرنانڈس مجھے افسوس ہے کہ تمہیں واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا کیونکہ اپنی عینک لائبریری میں بھول آیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں.... میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ تجریدی پینٹنگ....!"

"تمہیں پسند آئی....!" بوڑھے نے خوش ہو کر پوچھا۔

لڑکی اس طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں سر ہلانے لگی جیسے عمران سے کہہ رہی ہو۔ "کہہ دو.... ہاں!"



عمران نے لڑکی کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کا اشارہ سمجھ میں نہ آیا ہو۔ لڑکی اور زور سے سر ہلانے لگی.... آخر عمران چہک کر بولا۔ "یقیناً.... یقیناً....!" پھر اس طرح منہ بنایا جیسے اس قسم کا جھوٹ اُس کی سرشت کے خلاف ہو۔

"اس میں کون سی چیز پسند آئی ہے....!" بوڑھے نے پرجوش ہو کر پوچھا۔

"چچ.... چیز....!" عمران ہکلایا۔ "کیا اس میں کوئی چیز بھی ہے۔"

"ہائیں.... کیوں؟" بوڑھے نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں....

"ب.... بات یہ ہے کہ.... صرف ایک چیز.... ذرا سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا چیز سمجھ میں نہیں آئی.... مجھ سے پوچھو! میں ہی اس پینٹنگ کا خالق ہوں۔"

"اوہ آپ....!" عمران اُسے نیچے سے اُوپر تک گھورتا ہوا بولا۔

"ہاں.... ہاں.... میں۔" بوڑھے نے فخریہ انداز میں کہا۔

"آج تک کوئی ایسا مصور میری نظر سے نہیں گذرا تھا جو تجریدی تصویریں بناتا ہو.... آج ایک دیرینہ آرزو پوری ہوئی ہے.... اب بتایئے میں آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کروں۔"

"کیا مطلب...."

"یہ [illegible] قتل [illegible] چاہئے۔"

"تم نے کیا ہوا اس شروع کر دی.... مسٹر فرنانڈس....!"

”گذارش یہ ہے کہ اگر دو چار ایسے مصور قتل کر دیئے جاتے تو اچھا تھا۔“

”کیوں....؟“ بوڑھے نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”دوسروں کو عبرت ہوتی....اور میں دردِ سر سے بچتا۔“

”اوہ پاپا....!“ لڑکی جلدی سے بولی۔ ”اگر ایسی تصویریں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں تو یہ بیہوش ہو جاتے ہیں۔“

”بس اب تم ہی سمجھاؤ.... میرے دماغ میں اتنا بوتا نہیں۔“ عمران نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ہوئے وہیں فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

”تو کیا یہ تصویر ان کی سمجھ میں نہیں آئی....!“ بوڑھے نے لڑکی سے پوچھا۔

”بڑی دیر تک کوشش کرتے رہے پاپا... لیکن...اوہ...میں نے دیکھا تھا چکرا کر گر پڑے تھے۔“

”یہ بات....!“ وہ منہ بنا کر بولا۔ ”اچھا.... منگواؤ میری عینک لائبریری سے۔“

لڑکی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔

”پاپا کی عینک لائبریری سے لاؤ۔“

”عینک....!“ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے گھورتا رہا۔

”ہاں....عینک....جاؤ....!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

”تم....عینک نہیں جانتا....یہ....یوں....!“ اُس نے انگلیوں اور انگوٹھوں سے حلقے بنا کر آنکھوں کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

”آہا....چشمہ....چشمہ....!“

”سب بقراط معلوم ہوتے ہیں۔“ عمران آہستہ سے اردو میں بڑبڑایا۔ وہ اب بھی اُسی طرح سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھا تھا۔

ملازم چلا گیا اور بوڑھا خلاء میں گھورتا ہوا گہری سانسیں لیتا رہا۔

”اٹھو....!اس طرح کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔“ لڑکی نے عمران کو مخاطب کیا۔

”بس اسی طرح ٹھیک ہوں....اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں بھی تجریدی آرٹ سے سابقہ پڑے گا تو ہرگز نہ آتا۔“

”[illegible]....؟“

”[illegible]....مجھے۔“

”ارے تم کیا سمجھتے ہو خود کو....!“ بوڑھا غرایا۔

"اس صدی کا سب سے بڑا نقاد....!" عمران اٹھ کر اکڑتا ہوا بولا۔

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"پاپا....پاپا....!"

"تم خاموش رہو۔"

اتنے میں ملازم عینک لایا۔ بوڑھا اُسے اپنی ناک پر جماتا ہوا عمران کی طرف مڑا چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "صورت سے تو معقول آدمی معلوم ہوتے ہو۔ دیسی ہی ہو لیکن انگریزی امریکن لہجے میں بولتے ہو۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ امریکن گدھے ہوتے ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے کیا سروکار۔ خیر ادھر آؤ....!"

"آ گیا....؟" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"کیا چیز سمجھ میں نہیں آئی۔"

"یہ....اس بانس پر لال رنگ کیوں چڑھایا گیا ہے....!"

"بانس....!" بوڑھے نے حیرت سے کہا۔ "ارے یہ تو ابدیت ہے.... اور یہ اس کے سرے پر جو سرخی دیکھ رہے ہو.... دائرے کی شکل میں بتدریج گہری ہوتی ہوئی سرخی.... یہ محبت ہے.... اور یہ یہاں دیکھو.... نقطہ.... یہ جانتے ہو.... کیا ہے....!"

"ٹھہریئے....!" عمران پینٹنگ کی طرف انگلی اٹھاتا ہوا بولا۔ "یہ ابدیت ہے.... اور یہ محبت اور.... ہاں یہ نقطہ.... یہ کیا ہے۔"

"اکائی۔"

"چلئے اکائی سہی.... بات کیا بنی....!"

"ایک مجموعی تاثر....!" اُس نے کسی قدر غصیلے لہجے میں کہا۔

"چلئے یہ بھی سہی.... مگر اُس مجموعی تاثر کو کیا کہیں۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا.... اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لڑکی بے بس و حرکت کھڑی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد عمران کی طرف مڑ کر بولی۔ "تم نے بہت بُرا کیا۔"

"اب تم بھی بور کرو گی.... کیوں؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"اوہ.... تم مجھ پر کیوں خفا ہو رہے ہو۔" لڑکی روہانسی ہو گئی۔

پھر کس پر خفا ہونا چاہئے.... عمران نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس پینٹنگ پر.... میرا بس چلتا تو اُسے آگ میں جھونک دیتی۔"

"کیوں نہیں چلتا بس.... کتنی بڑی بات ہے۔ کوشش کرو۔ سب کچھ ممکن ہے۔"

"یعنی میں اُسے سچ مچ برباد کردوں۔"

"یقیناً....!"

"مگر پاپا....!"

"ہوں گے پاپا وایا.... اول تو میں کسی ایسے مصور کو پاپا ہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں اور اگر کر بھی لوں تو ضروری نہیں کہ فرض فرزندی میں تجریدی بوریت بھی شامل ہو۔"

"تم پتہ نہیں کیسی باتیں کررہے ہو۔ کیا تمہارے باپ نہیں ہیں۔"

"میرے تو ایسے باپ ہیں کہ خاندان بھر کی تجرید کر کے رکھ دی ہے۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں.... کیا کروں۔" وہ اپنی ٹھوڑی مسلتی ہوئی بولی۔

"میں نے کہا تھا کہ میں بھوکا ہوں۔" عمران غرایا۔

"اوہ.... میں خود دیکھتی ہوں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"شب بخیر.... اب صبح ملاقات ہوگی۔"

"کیا مطلب....!" وہ مڑ کر مسکرائی اور بولی۔ "خام خیالی ہے تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔"

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف مڑ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز بھی سنی لیکن مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ اُس کے چہرے پر ایسا ہی اطمینان نظر آرہا تھا جیسے سچ مچ کسی کا مہمان ہوا ہو۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ محسوس کررہا تھا کہ تنہائی میں بھی اس کی نگرانی ہورہی ہے چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی اُسے دیکھ رہا ہے....!

دفعتاً دروازہ کھلا اور لڑکی اندر داخل ہو کر بولی۔ "چلو....!"

عمران کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ طویل راہداری طے کر کے وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ راہداری کی طوالت کہہ رہی تھی کہ وہ کوئی بڑی عمارت ہے۔ کمرے کے وسط میں کھانے کی بڑی میز تھی جس کے گرد بارہ کرسیاں نظر آرہی تھیں لیکن وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

"کیا میرے اعزاز میں کچھ اور لوگ بھی مدعو کئے گئے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ہم دونوں ہی کھائیں گے.... یہ حقیقت ہے کہ تمہارے انتظار میں ابھی تک میں

نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اُن کے بیٹھتے ہی ایک آدمی کھانے کی ٹرالی لایا۔

عمران نے اپنے آگے رکھی ہوئی پلیٹ سیدھی کی.... ٹرالی سے مرغ کی قاب اٹھا کر اُس کے سامنے پیش کی گئی۔

"میں مرغ نہیں کھاتا....!" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا اور قاب لڑکی کی طرف بڑھادی گئی۔"

"کیوں....؟ تعجب ہے تم مرغ نہیں کھاتے۔" لڑکی نے ایک پیس کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے اس نامعقول کی آواز پسند نہیں ہے۔"

"بھلا آواز کا ذائقے سے کیا تعلق۔"

"کچھ تجریدی قسم کی حرکت ہو جاتی ہے ذہن میں۔"

"خیر کچھ اور لو....!"

اس بار جھینگے کی قاب اُس کے سامنے لائی گئی....اور وہ غراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"ارے،ارے۔ کیا بات ہے۔" لڑکی نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا تم لوگ میرا مضحکہ اڑانے پر تل گئے ہو۔"

"کیوں....؟ یہ کیسے سمجھا تم نے۔"

"یہ نامعقول چیز.... یعنی جھینگے۔"

"پھر کیا کھاتے ہو تم....!" لڑکی بھی کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔

"کڑھی چاول....!"

"یہ کیا چیز ہے۔"

"صاحب یہاں کڑھی چاول نہیں پکتا۔" ملازم نے گھگھیا کر کہا۔

"کیا بات ہے۔" لڑکی نے عمران سے انگریزی میں پوچھا۔

"میں جو کچھ کھاتا ہوں وہی اُس سے پکوا کر کھاؤں گا۔"

"کیوں کیا پکاتا ہے۔" لڑکی نے ملازم سے پوچھا۔

"میم صاحب آپ نہیں جانتیں، جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں یہاں نہیں پک سکتا اس وقت.... ایک دیسی چیز ہے۔"

"اس وقت تو یہی کھالو....!" لڑکی نے بے بسی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" عمران نے کہا اور پھر حیرت سے منہ پھاڑے رہ گیا۔ ایک عورت کمرے میں

داخل ہو رہی تھی.... لڑکی نے بھی اُسے دیکھا اور بوکھلا کر اٹھتی ہوئی بولی۔ "ہلو.... مادام نشی کا۔"

وہ مادام نشی کا ہی ہو سکتی تھی۔ عمران پہلے بھی کئی بار اُسے دیکھ چکا تھا۔ مادام نشی کا جس کی لاش کاؤیوچن کی کار میں پائی گئی تھی۔

"مجھے افسوس ہے۔" آنے والی عورت نے کہا۔ "ڈرائینگ روم میں تمہارا انتظار کرنا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ایسی ہی ضروری بات ہے.... کیا ایک منٹ کے لئے الگ چل کر میری بات سن سکتی ہو۔"

"ضرور.... ضرور....!" لڑکی اپنی کرسی پیچھے کھسکا کر اُس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

اور عمران حیرت سے منہ پھاڑے بیٹھا رہا.... وہ سوچ رہا تھا کیا وہ میک اپ ہو سکتا ہے؟

✧

پھر وہ چھری کانٹا پلیٹ میں رکھ کر اپنا سر سہلانے لگا۔

نووارد عورت لڑکی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی اور لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آرہے تھے.... پھر یک بیک وہ ہنس پڑی اور نووارد عورت کے انداز سے بھی ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اپنی کہی ہوئی باتوں کا ردعمل دیکھ کر خود بھی کافی محظوظ ہو رہی ہو۔

عمران نے ہاتھ روک لئے تھے اور انہیں اس انداز میں گھورے جارہا تھا جیسے اس ناوقت دخل اندازی کی وجہ سے اُسے غصہ آگیا ہو۔

پھر وہ عورت کچھ اسی طرح رخصت ہوئی تھی گویا جلدی میں ہو۔

لڑکی کھانے کی میز پر واپس آگئی اور عمران نے خفیف لہجے میں کہا۔ "کیا وہ ڈرائنگ روم میں انتظار نہیں کر سکتی تھی۔"

"او.... وہ بیچاری بڑی الجھن میں مبتلا ہو گئی ہے۔"

"کب تک مبتلا رہے گی.... مطلب یہ کہ پھر تو اس طرح آکر بور نہ کرے گی۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے۔ جانتے ہو کون تھی۔"

"میں کیا جانوں.... ویسے اُس کی سپاٹ آنکھیں اور ناک کی مخصوص بناوٹ اُسے مشرق بعید کی باشندہ ثابت کرتی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے وہ فلپائن کی باشندہ ہے.... ایک معزز عورت.... فلپائن کے سفیر کی بیوی.... لیکن حیرت انگیز.... انتہائی حیرت انگیز.... تم کھاؤ نا....!"

"آہم کھاؤں گا.... لیکن....؟"

"وہ مادام نشی کا کہلاتی ہے۔"

"نام تو سنا ہے۔"

"وہ مجھے بتانے آئی تھی کہ آج وہ قتل کر دی گئی۔"

"کیا مطلب....!"

"ہاں اُس کی لاش کسی کی گاڑی سے بر آمد ہوئی ہے۔"

"اوہو! سمجھ گیا۔" عمران ہنس پڑا۔ "اب تم مجھے اُلو بناؤ گی۔"

"نہیں.... سچ کہتی ہوں ایسی کوئی بات نہیں.... وہ بات ہی مضحکہ خیز ہے۔"

"خیر نہ بتاؤ۔"

"بتا تو دیا ہے.... کسی عورت کی لاش ملی ہے جسے فلپائن کے سفیر نے بھی اپنی بیوی تسلیم کر لیا ہے۔ یعنی مادام نشی کا.... اب اس مادام نشی کا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔"

"تو وہ تم سے کیا چاہتی ہے۔"

"کچھ بھی نہیں.... مجھے بھی اس لطیفے سے محظوظ کرنا چاہتی تھی۔"

"واقعی اگر شوہر سے اس طرح پیچھا چھوٹ جائے تو اُسے لطیفہ ہی کہیں گے۔"

"اوہو.... تم اُس بیچاری کا مضحکہ اڑا رہے ہو.... بُری بات ہے.... ذرا سوچو تو کہ.... وہ کس الجھن میں دوچار ہے۔"

"بھلا میں کیوں سوچوں؟"

"تم نے پھر ہاتھ روک لئے کھاؤ نا....!"

"بس شکریہ....!" عمران نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ تو کیا وہ یہاں اس لئے لایا گیا تھا کہ نشی کا کی کوئی ہم شبیہہ دکھا کر خود اُسے الجھن میں ڈالا جائے۔

"اچھا اب تم کافی پیو گے یا چائے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"پہلے تم اپنا نام بتاؤ....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میرا نام.... اوہ.... کیا میں نے ابھی تک نہیں بتایا۔"

عمران نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میرا نام.... ریتا ہے.... ریتا نکسن....!"

"اچھا تو مس ریتا نکسن.... مجھے یہاں کب تک ٹھہرنا پڑے گا۔"

"اوہ.... تو کیا تم مجھ سے اتنی جلدی اکتا گئے۔"

"تمہارے ہی بھلے کو پوچھ رہا ہوں.... دراصل تم بہت اچھی ہو.... یعنی کہ بہت اچھی دوست ہو.... لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے کوئی بُری رائے قائم کرو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کیا بتاؤں.... بڑی دکھ بھری داستان ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"اوہو.... بتاؤ نا.... مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔"

اتنے میں دوسرا ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ ریٹا اُس سے کافی کے لئے کہتی ہوئی پھر عمران کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"بتاؤ نا....!" اُس نے کہا۔

"مجھ پر دورے پڑتے ہیں! ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہوں۔ اور اُسی حالت میں کبھی کتوں کی طرح بھونکتا ہوں اور کبھی بندروں کی طرح اچھل کود مچانے لگتا ہوں۔"

ریٹا بے اعتباری سے ہنسی اور ایسی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی جیسے کوئی اکتائی ہوئی ماں اپنے شریر بچے کو دیکھتی ہے۔

"یقین کرو....!"

"ہوں....!" وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"تمہارے پاپا خونخوار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"تم ان کی فکر نہ کرو۔ میں انہیں ہینڈل کر سکتی ہوں۔"

عمران پھر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد کافی آ گئی اور عمران پھر مادام نشی کا قصہ نکال بیٹھا.... اور لڑکی کسی قدر مغموم نظر آنے لگی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اب اُس بیچاری کا کیا حشر ہو گا۔"

"اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر وہ بیچاری خود کو مظلوم کیوں سمجھ رہی ہے۔ کیوں نہیں آتی منظر عام پر.... کیوں نہیں اعلان کرتی کہ اس کے متعلق لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں.... وہ کسی اور کی لاش تھی اُس کی نہیں....!"

"پتہ نہیں کیا [illegible] ہیں.... ورنہ ہونا تو یہی چاہیے تھا۔"

"ظاہر ہے کہ [illegible] نامعلوم [illegible] ہو گا۔"

"یقیناً....!" لڑکی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "وہ مجھ سے یہی [illegible] آئی تھی کہ اب [illegible]

مل سکے گی۔"

"بڑی گہری دوستی معلوم ہوتی ہے۔" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور نہ جانے کیوں ریتا جھینپے ہوئے انداز میں آنکھیں چرانے لگی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "کافی اور لو گے۔"

"نہیں شکریہ.....!" عمران چونک کر بولا۔ چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر آہستہ سے کہا۔ "بتاؤ نا مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا۔"

"اوہ.....!" لڑکی ہنس پڑی۔ "میرا انداق عموماً معیاری ہوتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"جب چاہوں گی تمہیں اسی طرح پکڑ بلواؤں گی۔"

"کک..... کیا.....!" عمران چاروں طرف آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔ سر چکرانے لگا تھا اور آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے گنجان دائرے ناچ رہے تھے۔ کافی یقینی طور پر نشہ آور تھی..... اُس کا سر چکراتا رہا اور وہ رہ رہ کر آنکھیں پھیلاتا اور سکوڑتا رہا۔

پھر پتہ نہیں کیا ہوا..... دوسری بار آنکھ کھلی تو چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا..... اور شدید ترین بدبو کا احساس بالآخر اوبکائیوں میں تبدیل ہو گیا..... ہتھیلیاں زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ دھنستے چلے گئے اور سر دیوار سے ٹکرایا۔

پھر اچانک اُسے احساس ہوا کہ کسی بہت بڑے ڈسٹ بن میں پڑا ہوا ہے..... بمشکل تمام وہ اس سے باہر آسکا۔

رات تاریک تھی لیکن کھلی فضا میں تاروں کی چھاؤں گرد و پیش کا جائزہ لینے میں مدد کر سکتی تھی۔ اُس نے خود کو شہر کی کسی گھنی آبادی میں پایا۔ لیکن فوری طور پر اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کہاں ہے۔

ایسی تھکن ذہن و جسم پر طاری تھی جیسے سینکڑوں میل پیدل چلا ہو۔ کافی دیر تک وہ ایک جگہ کھڑا گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ خنکی بڑھ گئی تھی۔ دفعتاً اُس نے پولیس کی سیٹی کی آواز سنی جو کہیں قریب ہی سے آئی تھی۔

اُس نے اپنے کپڑے جھاڑے اور ٹائی کی گرہ درست کرنے لگا۔ پیروں کی چاپ قریب آتی جا رہی تھی۔ وزنی جوتوں کی دھمک دور دور تک پھیل رہی تھی۔

پھر وہ دونوں ڈیوٹی کانسٹیبل بھی نظر آئے جو غالباً اُسے ہی دیکھ کر چلتے چلتے رک گئے تھے۔

"کون ہے.....؟" ایک نے گونج دار آواز میں پوچھا۔

"علی عمران۔ ایس۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ (آکسن)۔!"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے قریب آگئے۔ ایک نے اُس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو.... میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اچھا جی....!" اُن میں سے کوئی طنزیہ لہجے میں بولا۔ "کہاں کے نواب ہو۔"

"کیا وقت ہوا ہوگا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "میری گھڑی بند ہوگئی۔"

"تم ہو کون اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"میں بھی ڈیوٹی پر ہوں۔"

"کک.... کیسی ڈیوٹی۔"

"فضول بکواس نہ کرو۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تھانے لے چلو....!" ایک نے دوسرے سے کہا۔

"کون سے تھانے کی بات کر رہے ہو۔"

"دھام پورہ....!"

اس طرح عمران معلوم کر سکا کہ وہ اس وقت دھام پورہ میں ہے۔ یہ شہر کی ایک نواحی بستی تھی اُسے یاد آیا کہ دھام پورہ کا انچارج اُس کی جان پہچان والوں میں سے ہے.... لہٰذا اُس نے سوچا ممکن ہے وہ اس وقت ڈیوٹی ہی پر ہو اور اُسے گرما گرم چائے کا ایک کپ مل سکے جس کی ضرورت وہ بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

"چلو تھانے ہی چلو....!" عمران بڑبڑایا۔ "وہاں تمہیں معلوم ہوگا کہ بڑے آدمیوں سے، بدتمیزی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

"آپ کک کون ہیں۔"

"چور ہے.... چور....!" کسی جانب سے آواز آئی۔ "پکڑو اسے!" اور وہ آواز اُسے کچھ جانی پہچانی سی [illegible] ہوئی۔ لیکن وہ صحیح اندازہ نہ کر سکا۔

"کون بول رہا ہے۔" ایک کانسٹیبل نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"جلدی کرو....!" وہی آواز پھر آئی۔ "ورنہ یہ جل دے کر نکل جائے گا۔ میں سی آئی ڈی کا آدمی ہوں۔"

اور پھر وہ دونوں کانسٹیبل عمران پر ٹوٹ پڑے۔



عمران حقیقتاً بوکھلا گیا۔ بھلا کانسٹیبلوں پر ہاتھ کس طرح اٹھتے۔ پولیس سے ہاتھاپائی کرنے کو وہ ہمیشہ سے کمینہ پن سمجھتا آیا تھا.... اور پھر خود بھی ایک ذمہ دار آفیسر تھا۔

وہ کسی نہ کسی طرح اُن کے حملوں کو زد کرکے قابو میں آنے سے گریز کرتا رہا۔ اُدھر اُن کا جوش و خروش تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔

ساتھ ہی وہ آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ "شاباش.... ٹھیک ہے۔ گھیرو.... گھیرو.... جانے نہ پائے۔" لہجے میں تمسخر تھا.... ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ ہنس بھی رہا تھا۔

ادھر اب کانسٹیبلوں نے بھی شور مچانا شروع کردیا تھا۔ عمران کی الجھن بڑھتی جارہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر آس پاس کے لوگ جاگ پڑے تو کیا ہوگا۔ تب تو شائد بھاگتے راستہ نہ ملے۔

ابھی تک وہ اُن کے حملوں سے بچاؤ کررہا تھا۔ اب سوچا جدھر سینگ سمائیں بھاگ نکلو۔ کانسٹیبلوں کے پاس ریوالور تو ہوتے نہیں۔

اس بار اُس نے انہیں جھکائی دی اور ایک تاریک گلی میں گھستا چلا گیا۔ جی چھوڑ کر بھاگ رہا تھا.... اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اندھیرے میں آگے کیا ہوگا۔

دوڑتا رہا.... اور اپنے پیچھے بھی کئی قدموں کی آوازیں سنتا رہا۔ ویسے اب اُسے راستہ بھی دکھائی دے رہا تھا کیونکہ تعاقب کرنے والے نے ٹارچ روشن کررکھی تھی۔ لیکن وہ اُن کے شور سے ضرور خائف تھا برابر چیخے جارہے تھے "چور.... چور.... پکڑو.... پکڑو۔"

عمران کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سیدھا ہی دوڑتا رہے یا دائیں بائیں کسی گلی میں مڑ جائے۔ بعض مکانات کی کھڑکیاں کھلنے لگی تھیں.... اُس نے سوچا اب آئی پوری طرح شامت۔ بپھرا ہوا مجمع تقریر سننے کے موڈ میں نہیں ہوتا۔ جتنی دیر میں وہ صفائی پیش کرے گا خود اس کا صفایا ہوچکا ہوگا۔

بہر حال وہ دوڑتا رہا.... اور پھر اچانک ایک جگہ ٹھوکر کھائی۔ لاکھ سنبھلنے کے باوجود بھی ڈھیر ہوگیا۔ نہ صرف ڈھیر ہوگیا بلکہ بائیں جانب لڑھکتا چلا گیا.... اور پھر جب زمین چھوڑی تو دم ہی نکل کر رہ گیا۔ پتہ نہیں کن گہرائیوں میں دفن ہونا پڑے۔

لیکن جلد ہی پھر زمین سے جسم لگا۔ غالباً وہ گڑھا تھا جو ڈالے جارہے تھے۔ اُن کے لئے کھدائی ہوئی تھی۔ عمران [illegible] قریب [illegible] ہوئے گذر گئے۔ ان کے پیچھے شائد اب بچے اور لوگ بھی تھے۔ عمران نے کئی قدموں کی چاپیں سنی تھیں۔

کچھ دیر بعد سناٹا چھا گیا پھر قریب ہی کہیں ایک کتا بھونکنے لگا۔

اب دوسری مصیبت.... اُس نے سوچا کیونکہ اُس ایک آواز کے ساتھ ہی قریب دور سے متعدد آوازیں اور بھی ابھریں تھیں۔ اگر کتوں نے پیچھا لیا تو پھر گھر ہی تک پہنچا کر دم لیں گے۔ بہر حال وہ کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

گٹر کے لئے کھودے گئے نالے کی گہرائی چار فٹ سے زیادہ نہ رہی ہوگی.... ایک ہی جست اُسے نالے سے باہر لے آئی اور وہ مخالف سمت میں چلنے لگا۔ اُسی جانب رخ نہیں کیا جدھر اُس کا تعاقب کرنے والے گئے تھے۔

کتے بدستور بھونکتے رہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد بالآخر اُن سے بھی مڈبھیڑ ہو ہی گئی.... عمران کی مٹھیوں میں پہلے ہی سے دو پتھر دبے ہوئے تھے.... اُس نے ہاتھ گھمادیا.... اور ایک کتا چیاؤں چیاؤں کرتا ہوا دوسری طرف بھاگا۔ دوسروں نے بھی اُس کا ساتھ دیا.... لیکن وہ اب بھی بھونکے جارہے تھے۔ عمران نے دوسرا پتھر بھی پھینکا اور وہ دور تک دوڑتے چلے گئے۔ ویسے وہ اب بھی آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔

عمران بہت احتیاط اور تیزی سے راستہ طے کر رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اُسے ایک جگہ بھیڑ نظر آئی۔ شائد یہ کانسٹیبلوں کا شور سن کر جاگے ہوئے لوگ تھے۔

عمران کو دیکھ کر اُن میں سے کسی نے استفسار حال کیا اور عمران نے اسی طرح چلتے ہوئے جواب دیا۔ "زندگی اجیرن ہوگئی ہے صاحب! روز یہی چکر چلتے ہیں.... راتوں کی نیند حرام ہوگئی پتہ نہیں کون لوگ تھے کدھر نکل گئے۔" وہ اسی طرح بڑبڑاتا ہوا اُس بھیڑ سے بھی نکلا چلا گیا۔

اُس بستی سے کسی نہ کسی طرح باہر آیا.... اب ایک سنسان سڑک سامنے تھی جس پر کم از کم پانچ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ اپنی جائے قیام تک پہنچ سکتا۔

تن بہ تقدیر چل پڑا۔ دل میں دعائیں مانگتا جارہا تھا کہ کوئی بھولی بھٹکی گاڑی ہی آ نکلے اور وہ ڈرائیور سے شہر تک کی لفٹ کے لئے استدعا کرے۔

چلتا رہا.... لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ ذہن الجھا ہوا تھا [illegible] ایک کے بعد دوسری گرہ سامنے آتی تھی۔ آخر وہ اس طرح کسی نامعلوم جگہ کیوں لے جایا گیا تھا؟ کیا وہ سچ مچ [illegible] کا تھی؟ وہ آدمی کون تھا جس نے کانسٹیبلوں کو اُس کے خلاف اکسایا تھا؟ اور اُن کا مقصد کیا تھا؟

یا کوئی شخص اُسے [illegible] میں پھنسانا چاہتا تھا [illegible] معاملات کی طرف سے اس کا ذہن ہٹ جائے [illegible] وہ سوچتا رہا لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا؟

کچھ دیر بعد سڑک پر ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ عقب سے آتی ہوئی کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ کی روشنی تھی۔ عمران رک کر مڑا۔ گاڑی ابھی دور تھی۔ وہ پیچھے ہٹ کر اُس کا انتظار کرنے لگا.... جیسے ہی وہ قریب آئی اُس نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی رک گئی اور کسی نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا۔ ”کیا ہے؟“

”شہر تک لفٹ چاہئے۔“ عمران بولا۔

”آؤ....!“ اگلی سیٹ سے آواز آئی.... اور اگلی ہی سیٹ کا دروازہ بھی کھلا.... عمران شکریہ ادا کر کے بیٹھتا ہوا بولا۔ ”سردی بڑھ گئی ہے۔“

جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پچھلی سیٹ پر دو افراد کی موجودگی کا احساس اُسے پہلے ہی ہوا تھا۔

کار چل پڑی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا.... پھر پچھلی نشست سے سرگوشیوں کی آواز آئی۔ کوئی ہنسا.... آواز نسوانی تھی۔ پھر بیک وقت دو قہقہے سنائی دیئے۔ دونوں ہی عورتیں تھیں۔

کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ وہ شہر کی طرف نہیں جا رہے۔ ”ہم کہاں جا رہے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”وہیں جہاں جادو کی پریاں رقص کرتی ہیں۔“ پچھلی نشست سے ایک سریلی سی آواز ابھری۔

”واقعی....!“ عمران بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر اچھلا۔

لیکن اس ”واقعی“ کا کوئی جواب نہ ملا اور وہ سوچنے لگا کیا سچ مچ وہ کسی بڑے چکر میں پھنس گیا ہے....اب کار ایک کچے راستے پر چل رہی تھی

”میں سمجھا تھا شائد آپ لوگ شہر جا رہے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”دماغ اپنا اپنا!“ ڈرائیو کرنے والے نے جواب دیا۔ ”آپ اپنے طور پر جو چاہیں سمجھنے کے لئے آزاد ہیں۔“

”مگر مجھے تو شہر جانا تھا۔“

”یقیناً ایسا ہی رہا ہوگا۔“

”پھر میں اب کیسے جاؤں گا۔“ عمران نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

”یہ تم خود سوچو.... ہم کیا بتائیں۔“

”تم کہاں جا رہے ہو۔“

”ہم کہاں جا رہے ہیں۔“ اُس نے پھر بلند آواز میں دہرایا۔

"جہاں چاندی کی جھیل میں سونے کے کنول تیرتے ہیں۔" پچھلی نشست سے نسوانی آواز آئی۔

"سونے کے نہیں پلاٹینم کے.....!" عمران نے خوش ہو کر تصحیح کی۔

کار اب ایسے راستے پر چل رہی تھی جس کے دونوں جانب گھنی جھاڑیوں کے سلسلے تھے۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔

"تو پھر بولو..... تمہیں کہاں اتاریں....." کچھ دیر بعد اُس سے پوچھا گیا۔

"اب میں نے خیال بدل دیا ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب.....!"

"مجھے کہیں نوکری دلوا دو۔"

"پچھلی نشست سے ایک قہقہہ بلند ہوا مگر یہ ایک عورت کی آواز تھی دوسری نے شائد اُسے قابل توجہ نہیں سمجھا تھا۔"

دفعتاً ایک جگہ کار رک گئی اور ساتھ ہی عمران نے کسی چیز کی چبھن اپنی گدی پر محسوس کی۔

"یہ ریوالور ہے۔" پچھلی نشست سے نسوانی آواز آئی۔ "چپ چاپ نیچے اتر جاؤ۔"

پھر پچھلی نشست سے کسی نے اتر کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران چپ چاپ نیچے اُتر آیا۔

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ کچے راستے کی دھول اڑ کر عمران کے منہ پر آئی اور وہ دوہرا ہو کر کھانسنے لگا۔ شائد کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا تھا کہ گردوغبار کی یلغار حلق میں اترتی چلی گئی۔

اب کیا کرے..... وہ بے بسی سے چاروں طرف آنکھیں پھاڑنے لگا..... حد نظر تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کہاں اتارا گیا ہے۔

وہ دم بخود کھڑا دانت پر دانت جمانے کی مشق کرتا رہا۔ سردی اتنی ہی شدید تھی۔

پھر یک بیک۔ قریب ہی سے کسی نے انگریزی میں کہا۔ "تم یہاں تنہا تو نہیں ہو۔!"

عمران اچھل پڑا۔ آواز سے کان آشنا محسوس ہوئے۔ نسوانی آواز تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ میں تنہا رہ ہی نہیں سکتا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ وہ اُس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی جس کے ساتھ وہ رات کے اولین حصے میں کھانا کھا چکا تھا..... پھر وہ اُس کے قریب آ کر ملتجیانہ انداز میں بولی۔ "کیا تم مجھ سے خفا ہو۔"

"شامت آئی ہے جو کسی عورت سے خفا ہونے کا خیال بھی دل میں لاؤں گا۔"

"نہیں تم یقیناً خفا ہو گئے ہو گے۔ کیونکہ حالات ہی ایسے ہیں۔"

"میں نے ابھی تک حالات کے متعلق غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی.....!"

"بولو.... ڈیئر.... ادھر دیکھو میری طرف۔" وہ اُس کا بازو پکڑ کر بولی۔

"تمہاری ہی طرف تو دیکھ رہا ہوں۔" عمران نے بے بسی سے کہا۔ "اندھیرا ہے نا....؟"

"میں دراصل ایڈونچر کی شائق ہوں۔ ہر لحظہ زندگی میں نئے پن کی متلاشی رہتی ہوں۔ تمہیں کافی میں خواب آور دوا دی گئی تھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم ہوش میں آنے پر کیا کرتے ہو.... وہ کمبخت وہ کانسٹیبل نہ جانے کہاں سے آپہنچے۔ خیر اب تو ہم یہاں ہیں۔"

پھر یک بیک وہ چونک پڑی۔ دور کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ چمک رہے تھے۔

"اوہ....!" وہ اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "چلو.... شائد پاپا آرہے ہیں۔"

اور پھر وہ اُسے جھاڑیوں میں کھینچتی لیتی چلی گئی



عمران اس وقت سچ مچ خود کو پرلے درجے کا احمق محسوس کر رہا تھا۔ نکلا تھا بڑے طمطراق سے کہ مادام نشّی کا کے قاتل کا پتہ لگائے گا۔ لیکن اب خود اس کی ایسی حالت ہو رہی تھی جیسے کسی ضدی بچے کو بہلاتا پھر رہا ہو۔ وہ لڑکی کے ساتھ گھسٹتا ہوا ایک جگہ رکا۔

"آؤ.... آؤ....!" لڑکی ہانپتی ہوئی بولی۔

"چھپنے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے.... میں آگے نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا....!" لڑکی نے کہا اور قریب ہی کھڑی ہو کر ہانپنے لگی۔

"فرض کرو....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "اگر تمہارے پاپا ہمیں یہاں دیکھ لیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"بہت غصہ ور آدمی ہیں۔"

"عینک سمیت.... یا بغیر عینک....!"

"کیا مطلب....!"

"سجھائی تو دیتا نہیں۔ غصہ کیا کریں گے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"صبح سمجھنا.... اندھیرے میں نہیں سمجھ سکو گی۔"

"آہستہ بولو۔"

"مری کیوں جارہی ہو.... وہ دیکھو.... گاڑی ہمارے قریب ہی سے گذری جارہی ہے.... لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ اس میں تمہارے پاپا ہی ہوں۔"

"انہیں شبہ ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے میرا تعاقب کیا ہو۔"

"تم آخر مجھ سے کیا چاہتی ہو۔ پہلے یہ بتاؤ۔"

"میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔" لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی "اور جو کچھ پسند کرتی ہوں اُسے ہر حال میں حاصل کر لینے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"ہوں....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔ "مجھے حاصل کر چکیں یا ابھی اور حاصل کرو گی۔"

لڑکی منہ دبا کر ہنسنے لگی۔ عمران خاموش کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی نے کہا۔ "اب نکلو یہاں سے۔"

"چلو....!" عمران کچے راستے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ عمران نے ریڈیم ڈائیل والی گھڑی کی طرف دیکھا۔ چار بج رہے تھے۔ خنکی پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ کچے راستے پر پہنچ کر وہ پھر رک گیا۔

"میں کیا کروں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے۔" لڑکی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"صبح کی چائے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"اوہو.... پیٹ کے علاوہ کچھ اور بھی یاد رہتا ہے تمہیں۔"

"مجھے اپنے باورچی سے عشق ہے۔"

"گھٹیا باتیں نہ کرو۔"

"سچ کہتا ہوں.... جب کھانے کی میز پر قورمے کی قاب کا ڈھکن اٹھاتا ہوں، روح تازہ ہو جاتی ہے بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے، خوشبوؤں کے جزیرے کی کسی جھیل کے کنارے کھڑا ہوں۔"

"بہتر ہے چپ ہی رہو۔"

"اچھی بات ہے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر بولا۔ "دیکھو یہ ستارے کیسے لگ رہے ہیں۔"

"کیسے لگ رہے ہیں۔" لڑکی نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"بہت واہیات لگ رہے ہیں.... چائے کا کیا بنے گا۔"

"ارے بس! خاموش بھی رہو۔"

عمران ہولے ہولے اپنا سر سہلا رہا تھا۔

"تمہارے ملک میں بے وفائی عام ہے۔" لڑکی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"کیا یہی بتانے کے لئے یہاں لائی تھیں۔"

"تم آخر اتنے بور کیوں ہو رہے ہو، کون سی آفت آگئی ہے اگر تفریح کیلئے ادھر آ نکلے۔"

"تفریح کے لئے....!" عمران نے مردہ سی آواز میں دہرایا۔

"پھر کیا تمہیں یہاں قتل کرنے لائی ہوں۔"

"نہیں.... تم تو مجھے....!"

بات ادھوری رہ گئی کیونکہ قریب ہی سے فائر کی آواز آئی تھی۔ لڑکی اچھل پڑی۔

"غضب ہو گیا۔" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "شائد پاپا نے اندھیرے میں فائرنگ شروع کر دی۔"

"تب تو بڑا اچھا ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "شائد ادھر بھی کوئی گولی گھوم جائے۔"

"کیا بک رہے ہو.... چلو یہاں سے...." وہ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب گھسیٹنے لگی۔

"میں بہت تھک گیا ہوں۔" عمران کراہا۔

"چلو.... چلو....! ورنہ سچ مچ گولی لگ جائے گی....!" لڑکی نے کہا کیونکہ ابھی ابھی دوسرے فائر کی آواز بھی سنائی دی تھی۔

"اس طرح پیدل چلنے سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی مر ہی جائے۔"

لڑکی اُسے گھسیٹتی رہی اور عمران بالکل اسی طرح گھسٹتا رہا جیسے کسی بچے کو کسی بات پر مجبور کیا جا رہا ہو۔

چلتے چلتے یک بیک اُس نے کہا۔ "میں تمہارا نام بھول گیا۔"

"ریٹا....!" لڑکی ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم بچاؤ کی کوئی بات کیوں نہیں سوچتے۔"

"بچ کر کیا کروں گا.... موت کی خواہش ہی مجھے زندہ رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ ورنہ زندگی میں کیا رکھا ہے۔"

"ارے تمہیں فلسفہ سوجھ رہا ہے اس وقت۔"

ٹھیک اسی وقت پھر فائر کی آواز آئی اور وہ اچھل پڑے.... اب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دوڑنا ہی شروع کر دے گی۔

”بھئی میں تو اب نہیں چل سکتا۔“ دفعتاً عمران اکڑوں بیٹھتا ہوا بولا۔

”ارے.... ارے....!“ وہ اُسے کھینچنے لگی۔

”ناممکن....!“ عمران گردن جھٹک کر بولا۔ ”میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے پاپا کتنے خونخوار ہیں۔“

”میرے خدا میں کیا کروں۔“ وہ اُس کا ہاتھ چھوڑ کر بے بسی سے بولی۔

”ایڈونچر....!“ عمران گنگنایا۔

”لعنت ہے ایڈونچر پر.... اگر کوئی لگ گئی تو۔“

”ہاتھ پیر ٹوٹے بغیر ایڈونچر کا مزہ نہیں آتا.... میں تو اکثر آنکھیں بند کر کے کنوئیں میں چھلانگ لگا دیتا ہوں ایڈونچر کے لئے۔“

”اچھا بس خاموش رہو۔“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”رر.... ریٹا....!“ عمران کراہا۔ ”اب پھر بھوک لگ آئی ہے....!“

دفعتاً قریب کے درختوں پر روشنی نظر آئی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا ساتھ ہی ریٹا اچھل کر بھاگتی ہوئی بولی۔ ”ارے بھاگو.... وہ پھر آ رہے ہیں۔“

عمران نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ اب وہ پھر جھاڑیوں میں گھس رہے تھے۔ لیکن عمران نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ وہ اس بار کچی سڑک سے قریب ہی رہنا چاہتا تھا۔

کار پھر قریب آ رہی تھی۔ رفتار تیز نہیں تھی۔

”اوہ.... چلو....!“ وہ اُسے گھسیٹتی ہوئی منمنائی۔

”ہرگز نہیں۔“ عمران اُسی جگہ جمتا ہوا بولا۔ ”میں دیکھوں گا تمہارے پاپا کا نشانہ کیسا ہے۔“

”کیا تم مرنا ہی چاہتے ہو۔“ ریٹا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”مجھے کیسے یقین آئے.... مرے بغیر....!“

پھر جیسے ہی کار اُن کے قریب سے گذرنے لگی عمران حلق پھاڑ کر چیخا۔ ”ہالٹ ہو کمس دیئر....!“

بریک چرچرائے تھے اور کار رک گئی تھی۔ ساتھ ہی ایک کپکپاتی ہوئی سی آواز بھی آئی تھی۔

”فرینڈز.... فرینڈز....!“

”ہائے یہ کیا تم نے....!“ لڑکی نے غمناک انداز میں سسکاری لی۔

”گولی مار دوں گا....!“ عمران آواز بدل کر غرایا۔ ”دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے نیچے اتر آؤ۔“

دروازہ کھلا اور کوئی ہاتھ اٹھائے ہوئے گاڑی سے اتر آیا۔

عمران نے جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ گاڑی میں اُس ایک آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

"اسی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے سیدھے چلے آؤ.... جھاڑیوں کے اندر۔" عمران نے پھر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو تم....!" ریٹا نے غصیلے انداز میں سرگوشی کی۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈرائیور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے جھاڑیوں کی طرف بڑھ رہا تھا.... پھر جیسے ہی وہ جھاڑیوں میں داخل ہوا.... عمران کسی چیتے کی سی پھرتی سے باہر کھسک گیا۔ گاڑی کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

ایک ہی جست اُسے اگلی سیٹ پر لے گئی۔ پیر ایکسیلریٹر پر پڑا.... اور گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی.... انجن کے شور کے باوجود بھی اُس نے ریٹا کی چیخیں سنی تھیں۔

کچا راستہ شیطان کی آنت ثابت ہوا.... ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

عمران سوچ رہا تھا کہیں کسی معقول جگہ پہنچنے سے قبل ہی پٹرول ختم نہ ہو جائے

اکا دکا پرندوں نے آوازیں نکالنی شروع کر دی تھیں اور افق کی دھندلاہٹوں میں سرخی کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں.... اور انہیں جھلکیوں کے پس منظر میں اُسے کسی مسجد کے منارے بھی دکھائی دیئے۔

کار کی رفتار تیز ہوتی رہی اور بالآخر اُس کچے راستے کا اختتام ایک بستی پر ہوا.... کچے پکے مکانات پر مشتمل یہ بستی ملگجے اندھیرے میں اونگھتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی۔ سناٹے میں انجن کا شور گونج رہا تھا۔

مسجد سے کچھ نمازی آتے دکھائی دیئے اور عمران نے گاڑی روک دی۔

وہ سبھی لپکتے ہوئے گاڑی کے قریب آئے۔

"یہ کون سا گاؤں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"رستم آباد....!" کسی نے کہا۔ "آپ کون ہیں۔"

"راستہ بھول گیا ہوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"جانا کہاں تھا۔"

"شاداب نگر....!"

"غلط آ گئے....!"

"کیا یہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے لئے جگہ مل جائے گی۔"

کیوں نہیں ضرور.... ضرور....!" کسی نے کہا اور پھر کوئی قریب آیا کھڑکی پر ہاتھ ٹیک کر جھکا اور عمران کے چہرے کو بہت قریب سے گھورتا رہا۔

"ارے....!" عمران نے اُسے یک بیک پیچھے ہٹ کر کہتے سنا۔ "ارے... ارے.... چودھریو یہ تو اپنا ڈبو ہے ڈبو.... یااللہ تیرا شکر ہے.... واپس آگیا... یااللہ۔"



عمران سناٹے میں آگیا... اُسے وہم بھی نہیں تھا کہ زندگی کے کسی مرحلے پر اُسے "ڈبو" بھی سمجھا جاسکے گا.... کیسا ڈبو؟.... کس کا ڈبو....

چودھریوں کا شور بڑھتا ہی جارہا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے کھڑکی کے قریب آتے۔ اُسے گھورتے اور ہاں "ڈبو ہی معلوم پڑتا ہے!" کا نعرہ لگا کر پیچھے ہٹ جاتے۔

"آپ.... یعنی.... آپ....!" عمران اُس آدمی کی طرف دیکھ کر ہکلایا جو قریب ہی کھڑا اس طرح ہونٹ بھینچ رہا تھا جیسے آنسو روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ہاں.... میرے لال.... مجھے پہچان.... میں تیرا باپ مدار بخش ہوں.... آج چوبیس برس سے آنکھیں تیری راہ پر لگی تھیں....!"

پھر وہ بڑے پیار سے موٹر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ دوسرے چودھریوں کا شور بدستور تھا۔

کوئی کہہ رہا تھا۔ "ارے موٹر لایا ہے.... موٹر....!"

"چل.... اب اتر بھی بیٹا.... تیری ماں روتے روتے اندھی ہوگئی۔" چوہدری مدار بخش نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"اجی.... قبلہ.... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ آپ کے ڈبو صاحب کوئی اور ہوں گے۔"

"لو اور سنو! مولبی صاحب!" چودھری مدار بخش نے بات اگائی۔ "اب ہم اپنے پیٹ کے کیڑے کو نہ پہچانیں گے۔"

دو چار اور قریب آگئے اور چودھری مدار بخش نے اُن سے شکوہ شروع کیا۔ "یہ دیکھو زمانہ چوبیس برس بعد شکل دکھائی ہے اور اب کہوے ہے میں تمہارا بیٹا نہیں ہوں۔"

بات بڑھ گئی اور بزرگ قسم کے چودھری نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔

"مم.... میں کہتا ہوں....!" عمران بے بسی سے بولا۔

"تم کچھ نہیں کہتے.... کہو بھی تو ہم نہیں سنتے....!" قوی ہیکل بوڑھا چودھری غرایا۔

"ہوں....!" عمران کراہا۔ سچ مچ بھوک کے مارے دم نکل رہا تھا اور رات بھر کی تھکن اور شب بیداری نے ذہن کو اس طرح کچل کر رکھ دیا کہ وہ ڈھنگ کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اُس نے سوچا چلو اسی طرح کچھ دیر آرام نصیب ہو جائے گا۔

اور پھر اُسے کشاں کشاں ایک جانب لے جایا جانے لگا.... کئی چودھری اُسے لعنت ملامت کر رہے تھے۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک نیم پختہ مکان کے سامنے رکے.... قریب ہی جانوروں کے باڑے سے کوئی بھینس ڈکرائی۔

چودھری مدار بخش نے دروازے ہی پر چیخنا شروع کر دیا۔ "ارے آگیا.... او نصیبن کی ماں.... اپنا ڈبو آگیا۔"

وہ اُسے گھر کے اندر دھکیل لے گئے.... اب خاصا اجالا پھیل گیا تھا۔ لیکن مکان کی دہلیز میں اب بھی ایک میلی کچیلی سی لالٹین روشن تھی۔

گوبر کی بدبو اور کسی قسم کی بساندھ فضا میں رچی بسی ہوئی تھی۔

"کون ہے.... کیا ہے....!" اندر سے کسی عورت کی بھاری بھرکم آواز آئی۔

اور پھر عمران کو ایک ایسی بوڑھی عورت سے دو چار ہونا پڑا جو دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور اُسے گالیاں بھی دے رہی تھی۔

"اب چوبیس برس بعد تو نے سدھ لی حرامی.... تیرا ناس جائے....!"

"جی ہاں.... جی ہاں.... بجا ارشاد فرمایا۔" عمران گڑگڑایا۔

"اری دیکھ تو کیسا آپ جناب کر رہا ہے.... اب بس بھی کر حرامزادی۔" چودھری نے بے حد خوش ہو کر فرمایا۔

اُدھر ایک گوشے میں غالباً محترمہ نصیبن کھڑی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

"او.... مردار....!" چودھری مدار بخش نے اُسے گھونسہ دکھا کر کہا۔ "اب بس.... جا چولہے پر دو چار روٹیاں ٹھونک لے.... بھائی کے لئے.... بھوکا ہوگا۔"

"بالکل.... بالکل....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر کسی نہ کسی طرح بھیڑ چھٹی.... اور وہاں صرف چار افراد رہ گئے۔ مسٹر ڈبو....

چودھری مدار بخش مسماۃ نصیبن اور مسز چودھری مدار بخش....!

چودھری مدار بخش عمران کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً انہوں نے اس کی ٹائی پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ "تو تو ایسا جان پڑے ہے جیسے تحصیلدار ہو گیا ہو۔ کیوں ہے نا!"

"جی.... میں کیا عرض کروں۔" عمران نے خاکسارانہ انداز میں کہا۔ "جو جی چاہے سمجھ لیجئے۔"

"یہ لے نصیبن کی ماں۔" چودھری صاحب نے قہقہہ لگایا۔ "ابھی سے آمدنی چھپانے لگا۔ ارے کہیں شادی وادی تو نہیں کر بیٹھا۔"

"جی نہیں.... قبلہ بھلا میں کس قابل ہوں۔"

"لے دیکھ.... بالکل شریف آدمی ہو گیا ہے یہ.... قبلہ.... قبلہ.... واہ....!"

"مجھے بھوک لگی ہے جناب....!"

"لے ابھی لے.... !او.... نصیبن مردار تو ابھی تک گئی نہیں چولہے کے پاس۔"

نصیبن بیچاری سڑ سڑ کرتی بھاگ پڑی اور عمران ٹھنڈی سانس لیکر ایک جھلنگے میں دھنس گیا۔

"ارے تیری موٹر....!" دفعتاً چودھری مدار بخش نے چونک کر کہا۔

"وہ.... وہ تو وہیں کھڑی ہے۔"

"اور جو کوئی چرا لے جائے تو....؟" چودھری نے آنکھیں نکالیں۔

"چلئے.... یہیں لے آتے ہیں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں باہر آئے۔ عمران نے راستے میں اُس سے پوچھا۔ "آپ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ میں آرہا ہوں۔"

"بس بیٹا کیا بتاؤں۔ رات خواب دیکھا تیری ماں بکچے گولروں سے جھولی بھرے کھڑی ہو.... آنکھ کھل گئی۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ مسجد جانے کے لئے باہر نکلا ہی تھا کہ داور صاحب مل گئے۔ شہر سے آرہے تھے اپنی موٹر میں.... مجھے روک کر بولے.... چودھری تمہارا ڈبو آرہا ہے.... اسی راستے سے آئے گا.... کالی موٹر میں.... وہ بہت وہ ہیں کیا کہتے ہیں اُسے ہاتھ دیکھ کر جو قسمت کا حال بتاتا ہے۔"

"پامسٹ....!"

"نہیں.... ہے.... وہ نجومی.... نجومی....!"

"نہیں قبلہ نجوم الگ چیز ہے.... اور پامسٹری الگ ہے جسے عربی میں علم الید کہتے ہیں۔"

"بس بے بس! بڑا آیا مولوی بن کر.... ہم تیرے باپ ہیں.... ہاں بحث نہ کیجو!"

"بہت اچھا جناب!" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔

اُس کے بعد وہ خاموشی سے گاڑی تک آئے۔ چودھری نے پھر بڑے پیار سے اُس کی چھت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تیری ہی ہے نا....!"

عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور تو تحصیلدار بھی ہو گیا ہے۔"

عمران نے پھر خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تب تو.... اب میں تجھے ڈبو نہیں کہوں گا.... اصلی والا نام ٹھیک رہے گا۔"

"جی بہت بہتر....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن میں اپنا اصلی والا نام بھول گیا ہوں۔"

"ارے مجھے یاد نہیں بگڑ کاکا نے تیرا نام پیر بخش رکھا تھا۔"

"پیر بخش...!" عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس طرح دہرایا جیسے کوئی چیز حلق میں اٹک گئی ہو۔

"یاد آگیا نا....!"

"جی.... لیکن یہ پیر بخش....! اس سے اچھا تو یہی ہے آپ مجھے ڈبو ہی کہیں۔ میں اسپیلنگ میں ہیر پھیر کر کے اُسے انگریزیا لوں گا۔"

"ہائیں ہائیں کیا بکتا چلا جا رہا ہے.... میں کچھ نہیں سمجھا....!"

"ڈبو کو ڈی باؤ.... کر لوں گا.... ڈی ای.... بی او یو.... ڈی باؤ.... لیکن اس طرح تو میں کوئی فرانسیسی معلوم ہوں گا.... خیر کوئی بات نہیں....!"

"اب موٹر لے چل یہاں سے بے فضول کی ٹائیں ٹائیں کیے جا رہا ہے.... نصیبن نے جوار کی تازی تازی روٹیاں اتار لی ہوں گی اور تیری ماں نے گڑ مکھی تیار کر لی ہو گی۔"

"تشریف رکھیے....!" عمران نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

چودھری نے بیٹھتے وقت کھیسیں نکال دیں....

سورج ابھر آیا تھا اور گاؤں کے بچے موٹر کے گرد اکٹھا ہونے لگے تھے.... عمران نے اسٹیرنگ سنبھالنے سے پہلے ہارن بجا کر انہیں ہٹانا چاہا اور بمشکل تمام کار آگے بڑھی اور وہ اُسے چودھری مدار بخش کے مکان کے سامنے لایا۔ بچے تالیاں بجاتے اور شور مچاتے اُن کے پیچھے ہی پیچھے آئے تھے۔ چودھری نے نیچے اتر کر انہیں دھمکانا شروع کیا۔ دبی زبان سے دو چار گالیاں بھی دیں۔ لیکن بچوں کی بھیڑ وہاں سے نہ ہٹی۔

وہ پھر اندر آئے۔ بوڑھی عورت اب بھی رو رہی تھی۔ لیکن بے آواز.... کبھی کبھی کوئی سسکی فضا میں گونج اٹھتی تھی۔

"اری تو روئے جائے گی حرام خور میں کہتا ہوں اب بس کر! او مردار تو نے روٹیاں اتار دیں یا نہیں!" چودھری باورچی خانے کی طرف لپکا....

بوڑھی عورت پھر عمران کے پاس کھڑی ہوئی دونوں ہونٹ بھینچے شائد آنسو روکنے کی کوشش کرتی رہی پھر کچھ کہے بغیر عمران کے شانوں اور بازوؤں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کیوں پریشان کر رہی ہے اُسے۔" چودھری نے اُسے ڈانٹا اور پھر عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ "بیٹھو بیٹھو.... ان عورتوں کو رونے کے علاوہ اور کیا آتا ہے خوشی کا موقع ہے تو روئیں گی، غمی ہوتی ہے رونے کے لئے۔"

"جی بہت اچھا جناب!" عمران نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور جھلنگے میں غرق ہو گیا۔ عورت آنسو پونچھتی ہوئی اُس کے پاس سے ہٹ گئی۔

چودھری پھر اُس کے پاس آبیٹھا اور عمران نے اُس سے پوچھا۔ "یہ داور صاحب کون ہیں۔"

"بہت اچھے ہیں وہ جو نواب صاحب کی کوٹھی تھی نا یہاں۔ سرکار نے جنگ کے زمانے میں اُسے نواب صاحب سے خرید لیا تھا۔ اب داور صاحب نے اُسے سرکار سے خرید لیا ہے۔ کبھی شہر میں رہتے ہیں اور کبھی یہاں۔"

"تو انہوں نے خواہ مخواہ آپ کو میرے بارے میں بتانا شروع کر دیا تھا۔"

"بس بے رہا وہی اُلو کا اُلو.... ابے میں نے خود انہیں بتایا تھا تیرے بارے میں کہ تو آٹھ برس کی عمر میں گھر سے بھاگ گیا تھا.... بیچاروں نے میرا ہاتھ دیکھ کر بتایا تھا کہ تو ایک نہ ایک دن ضرور واپس آئے گا۔"

"اور میں واپس آگیا....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

"اور تو واپس آگیا.... دیکھو اب کے کیسی زور دار گیارہویں کرتا ہوں۔ اناج کی کمی نہیں.... دھان خوب ہوا ہے۔ کھاریاں بھری ہیں بسنتی کا بچھڑا ذبح کر دوں گا۔"

"تم چاہے بعد میں مجھے بھی ذبح کر دینا لیکن پہلے مجھے داور صاحب کے متعلق بتاؤ۔"

"انہوں نے وہ کوٹھی کب خریدی تھی۔"

"تین چار ماہ ہوئے....!"

"کیا وہ کوٹھی میں موجود ہوں گے۔"

"ہاں.... صبح آئے تو ہیں....!"

"چلو اٹھو....! میں بھی ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابے کچھ کھا پی تو لے....!"

"نہیں.... جناب بس اٹھئے.... کھائیں گے واپسی پر....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔



نواب صاحب کی حویلی قدیم وضع کی تھی ایک مضبوط اور بلند و بالا عمارت تھی جس کے گرد بے ترتیب باغات کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔

یہ عمارت اب بھی نواب صاحب کی حویلی ہی کہلاتی تھی حالانکہ اس کا موجودہ مالک کوئی اور تھا۔ جیسے ہی عمران کی کار حویلی سے ملحقہ زمینوں کی حدود میں داخل ہوئی.... بالکل ایسی ہی آواز آئی جیسے کوئی مائیکروفون پر کہہ رہا ہو "کون ہے؟ یہ عام راستہ نہیں ہے..... براہِ کرم سرخ تاروں کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش نہ کیجئے۔ اپنی گاڑی بائیں جانب سے نکال لے جائیے۔"

"ابے ڈبو.... سن تو کیا کہہ رہا ہے....!" چودھری نے خوش ہو کر اکڑتے ہوئے کہا۔

کار عمارت کی طرف بڑھتی رہی.... لیکن دوسری بار کچھ نہیں کہا گیا۔ پھر وہ طویل برآمدے کے سامنے پہنچ کر رک گئی.... ایک بوڑھا آدمی برآمدے کی سیڑھیاں طے کر کے نیچے آرہا تھا۔

"سلام منیجر صاحب....!" چودھری نے کار کے اندر ہی سے ہانک لگائی۔

"کیا بات ہے....!" بوڑھے نے پُر وقار لہجے میں پوچھا۔ اُس نے اُس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"یہ جی.... اپنا ڈبو ہے نا....!"

بوڑھا کار کے قریب آچکا تھا۔ اُس نے عمران کو گھورتے ہوئے پھر چودھری کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"یہ.... یہ داور صاحب سے ملنا چاہتا ہے۔"

"وہ تشریف نہیں رکھتے....!"

"پر صبح تو....!"

"ہاں آئے تھے.... لیکن پھر چلے گئے....!" بوڑھے نے کہا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب پھر کب تشریف لائیں گے؟" عمران نے پوچھا۔

"مرضی کے مالک ہیں۔" بوڑھے نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"آپ کون ہیں۔"

"جی....!" وہ پھر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "اس جائیداد کا منیجر....!"

"آپ کب سے اس جائیداد کے منیجر ہیں۔"

"آپ....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "آپ سے سروکار؟"

"ارے.... منیجر صاحب.... یہ تحصیلدار ہو گیا ہے.... جی پیر بخش نام ہے۔ آپ نہیں جانتے.... یہ میرا ڈبو.... ڈبو....!"

"میں نہیں سمجھا جناب....!" بوڑھے نے حیرت ظاہر کی۔

"مطلب یہ کہ....!" عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "مجھے حق حاصل ہے کہ صاحب جائیداد لوگوں یا اُن کے ملازمین سے اس قسم کی پوچھ کچھ کر سکوں۔"

"تو پھر تشریف لائیے نا.... میرے مالک داور صاحب بہت فراخ دل آدمی ہیں۔" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ "انہوں نے آفیسروں کی خاطر و مدارت کے لئے فنڈ مخصوص کر رکھا ہے۔"

عمران دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

"اندر تشریف لے چلئے جناب....!" بوڑھے نے اس بار بڑے ادب سے کہا۔

چودھری مدار بخش نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں.... یہ ڈبو ہے.... اپنا ڈبو.... پر اب تو پیر بخش ہی کہیں گے۔"

پھر اُس نے بڑی فراخ دلی سے دانت نکال لئے۔

"تم یہیں ٹھہرو چودھری....!" بوڑھے نے کہا۔

"لل.... کیوں؟" اُس نے منہ کھول کر عمران کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے.... آپ یہیں ٹھہریئے....!" عمران نے بھی بوڑھے کی تائید کی۔

چودھری نے برا سا منہ بنا کر آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا۔

بوڑھا عمران کو ساتھ لئے ہوئے برآمدے میں آیا اور جب وہ اندر جا رہے تھے تو بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ "میم صاحب بھی آ گئی ہیں۔"

"ہم سے پہلے ہی....!" عمران نے اکڑ کر پوچھا۔

"جی صاحب....!"

"خیر.... خیر.... خیر....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

ایک لمبی راہداری طے کر کے وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔

"آپ تشریف رکھئے جناب.... میں ابھی حاضر ہوا" بوڑھے نے کہا اور باہر چلا گیا۔

عمران بُرا سا منہ بناتے ہوئے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

کمرہ قدیم طرز کے بھاری بھرکم فرنیچر سے آراستہ تھا۔ دروازوں پر نارنجی رنگ کے دبیز پردے لٹک رہے تھے۔ اٹھارویں صدی کے فرانسیسی مصور کے نمونے دیواروں کی زینت تھے۔

عمران ایک بڑی آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ کمرے میں کچھ ایسی بو محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ عرصہ تک بند رہا ہو۔

اُس نے لیٹے ہی لیٹے طویل انگڑائی لی اور اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے بہت تھک گیا ہو۔

بھوک کی وجہ سے کسی قدر نقاہت تو پہلے ہی سے محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد کانوں میں گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔ بڑی سریلی ہنسی تھی.... لیکن عمران نے آنکھیں نہیں کھولیں، کیونکہ وہ آواز تو اُس کی سماعت میں زہر گھول رہی تھی۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔" ہنسی روک کر کہا گیا۔

"اب میں مطمئن ہوں۔" عمران نے آنکھیں کھولے بغیر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

"لوریاں سننے دو مجھے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا بات ہے۔ کیوں خفا ہو۔" لڑکی نے قریب آ کر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ....!" دفعتاً عمران حلق پھاڑ کر دہاڑا اور وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی.... اب عمران نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"اُف فوہ....!" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھینپے ہوئے انداز میں مسکرائی۔ "تم تو ڈرا دیتے ہو۔"

"میرا تو جی چاہتا ہے کہ تمہیں ہی پھاڑ کھاؤں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

ریٹا نے اس طرح حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں جیسے سچ مچ اُس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو نادانستگی میں۔

"میں نہیں سمجھی....!"

"رات ہی سے بھوکا ہوں۔ کیا ناشتہ نہیں ملے گا"

"ناشتہ.... ارے ناشتہ.... میں نے خود بھی ناشتہ نہیں کیا۔ تمہارا انتظار تھا۔"

"کیا ابھی ختم نہیں ہوا انتظار....!" عمران نے بالکل ایسے ہی لہجے میں پوچھا جیسے وہ اس کی زر خرید ہو۔

"ابھی.... ابھی.... آتا ہے ناشتہ!" وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

اُس کے جانے کے بعد عمران پھر نیم دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

سچ مچ اُس کا یہی دل چاہ رہا تھا کہ ایک آدھ کا سر پھاڑ دے۔ ہر چند کہ وہ شاذ و نادر ہی جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت تو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ فطرتاً غصہ ور واقع ہوا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر ریٹا کی آواز سنی.... اور آنکھیں کھول دیں۔ وہ خود ہی ناشتے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی لائی تھی۔

"لو آگیا ناشتہ بھی....!" اُس نے کہا اور عمران سیدھا ہو بیٹھا۔

"ذرا.... ذرا سی بات پر خفا ہو جاتے ہو۔" ریٹا نے کسی بے حد محبت کرنے والی بیوی کے سے انداز میں کہا۔

"یقیناً خفا ہونا چاہئے....!" عمران نے آنکھیں نکالیں.... اور ہاتھ بڑھا کر سینڈوچ اٹھاتا ہوا بولا۔ "مالٹوں کا رس نہیں دکھائی دیتا.... میں ناشتے میں ایک گلاس مالٹوں کا رس ضرور پیتا ہوں۔"

"ابھی ہوا جاتا ہے۔" وہ لپکتی ہوئی باہر چلی گئی۔

"ٹھہرو.... واپس آؤ...." عمران نے آواز دی اور وہ پھر پلٹ آئی۔

"والد صاحب کا کیا ہوگا....!" عمران نے پوچھا۔

"میں انہیں دھوکا دے کر نکل آنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔"

"میں اپنے والد صاحب کی بات کر رہا تھا۔ وہ باہر تشریف رکھتے ہیں۔"

"اوہ.... تو پھر....!"

"نوکر نے انہیں اندر نہیں آنے دیا تھا۔"

"عقل مند معلوم ہوتا ہے....!" ریٹا بیٹھتی ہوئی بولی۔ "مالٹوں کا رس اُدھار رہا.... میں بھی بہت بھوکی ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بھی پیالی میں چائے انڈیلنے لگی.... اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"دو سینڈوچ تو میرے لئے بھی رہنے دو....!"

"تم [illegible] [illegible] لیکن والد صاحب [illegible]"

"مت [illegible]"

"میرے والد صاحب تمہارے پاپا کی طرح آدم خور نہیں ہیں۔"

"چلو.... ناشتہ کرو.... پھر دیکھیں گے۔"

پھر وہ خاموشی سے چائے پیتے رہے۔

ناشتے کے بعد عمران نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔ یعنی اُس کے والد صاحب کو بھی اندر آنا چاہئے.... آخر ریٹا اس بات پر آمادہ ہوگئی کہ وہ اُس کے ساتھ برآمدے تک جائے گی اور اُس کے باپ کو.... دیکھ کر ہی فیصلہ کر سکے گی کہ اسے حویلی میں داخل ہو جانے دیا جائے یا نہیں۔

برآمدے میں پہنچ کر ہر طرف سناٹا محسوس ہوا۔ وہ کالی گاڑی بھی موجود نہیں تھی جس پر عمران یہاں تک آیا تھا.... چودھری.... بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔

بوڑھے منیجر نے بتایا کہ وہ مرنے مارنے پر آمادہ تھا۔

"پھر ٹلا کیسے....!" عمران نے پوچھا۔

"آپ کو بھی گالیاں دے رہا تھا جناب....!"

"بڑی خوشی ہوئی.... اور میری گاڑی۔"

"پتہ نہیں....!" بوڑھے نے لاپروائی سے کہا۔ "میں برآمدے میں موجود نہیں تھا.... لیکن ٹھہریئے.... ابھی ایک صاحب آپ کے لئے ایک خط دے گئے ہیں۔"

اُس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف بڑھادیا.... نیلے رنگ کا مہکتا ہوا لفافہ تھا جس سے ایک مختصر سی تحریر برآمد ہوئی۔

"برخوردار!

اگر یہ لڑکی پسند نہ ہو تو دوسری کا انتظام کیا جائے۔

ویسے یہ بہت ذہین اور فرماں بردار لڑکی ہے۔ تمہیں کسی شکایت کا موقع نہ دے گی۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست!"

عمران نے کاغذ تہہ کر کے لفافہ میں رکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی اور ریٹا کو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا جیسے پہلی بار نظر آئی ہو.... وہ قطعی بے تعلق ہو کر خلاء میں گھورے جارہی تھی.... عمران نے اُس کا بازو پکڑا اور پھر حویلی کے اندر واپس چلا آیا۔



ریٹا کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چلتی رہی اور وہ پھر اُس کمرے میں آئے جہاں ناشتہ کیا تھا۔

وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر عمران نے پوچھا۔ "تمہارا باس کون ہے۔"

"میرا باس؟" لڑکی کے لہجے میں تحیر تھا۔

عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو.....!"

"کیا اب میں اس خط کا انگریزی میں ترجمہ کروں۔" عمران نے لفافہ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک خط دیکھتی رہی پھر بے بسی سے بولی۔ "مجھے مقامی زبان نہیں آتی۔"

عمران نے جیب سے فاؤنٹین پن نکال کر اُسی کاغذ پر مضمون کا ترجمہ کیا اور دوبارہ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اب دیکھو.....!"

وہ اُسے پڑھتے ہی آپے سے باہر ہو گئی۔ چیخ کر بولی۔ "یہ کس نے لکھا ہے۔"

"میں نہیں جانتا.... تمہارے سامنے ہی اُس بوڑھے نے یہ کہہ کر لفافہ دیا تھا کہ کوئی نامعلوم آدمی دے گیا ہے۔"

"میں بھی نہیں جانتی! کچھ نہیں جانتی اس بیہودگی کے متعلق.... مجھے راہ میں ایک آدمی ملا تھا.... جس نے بتایا کہ تم اس عمارت میں موجود ہو۔"

"مگر تم وہاں سے یہاں تک پہنچی کیسے تھیں.....!"

"اُسی آدمی نے پہنچایا تھا.... گاڑی میں تھا.... تمہارے چلے آنے کے بعد میں وہاں جنگل میں تنہا رہ گئی تھی۔"

"اور تمہارے پاپا کا کیا بنا تھا.... گاڑی تو میں لے بھاگا تھا۔"

"میرا وہم تھا.... وہ پاپا نہیں تھے.... پتہ نہیں کون تھا.... میں ڈر کر پھر جھاڑیوں میں گھستی چلی گئی تھی۔"

"کیا میں پاگل ہو جاؤں.....!" عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔" لڑکی سہم گئی۔

"تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو....؟"

"میں پیچھے پڑ گئی ہوں.... یا مصیبتیں جھیلتی پھر رہی ہوں تمہاری وجہ سے۔"

"ہائیں....!" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

ریٹا نے اپنا منہ چھپالیا تھا اور سسکیاں لینے لگی تھی۔

"یعنی کہ.... ارے واہ.... مم.... میں نے کہا....!"

اتنے میں بوڑھا اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"باہر ہنگامہ برپا ہے جناب....!" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"کیسا ہنگامہ....!"

"گاؤں والے اکٹھا ہو گئے ہیں.... کہہ رہے ہیں کہ آپ کو باہر لایا جائے۔"

"ہا چھا....!" عمران کراہا۔

پھر جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا ریٹا نے جھپٹ کر اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"کہاں جا رہے ہو.... تم اس طرح نہیں جا سکتے۔" وہ تقریباً روتی ہوئی بولی۔

عمران اُسے کوئی جواب دیئے بغیر چلتا رہا اور وہ اُس کا بازو پکڑے گھسٹتی رہی۔

برآمدے میں پہنچ کر عمران سچ مچ بوکھلا گیا۔ ایک جم غفیر "ڈبو.... ڈبو" کے نعرے لگا رہا تھا۔ لیکن انہیں دیکھتے ہی سناٹا چھا گیا۔

ریٹا عمران کا بازو پکڑے کھڑی تھی۔

گہری خاموشی طاری تھی.... دفعتاً چودھری مدار بخش نے آگے بڑھ کر غصیلے لہجے میں پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میری بیوی....!" عمران نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا....

"ابے تو کیا بگڑ کا کا کی نواسی....!" چودھری جملہ پورا کئے بغیر مجمع کی طرف مڑ گیا.... اب وہ سبھی بڑبڑا رہے تھے۔

"اچھا بے.... سیدھی طرح گھر چل.... نہیں تو...." چودھری نے پھر عمران کی طرف مڑ کر گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے ایک چھت شگاف قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یار تم بھی داور صاحب کے بہکاوے میں آگئے.... میں اُن کا [illegible] ہوں [illegible] جو اُن کی [illegible] ہے [illegible] داور صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی دن تمہیں ایسا اُو بناؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔"

"تت.... تو.... کیا یہ جھوٹ تھا...." چودھری ہکلایا۔

"سو فیصدی....!"

"کیا یہی تمہارا باپ ہے!" ریٹا نے عمران سے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے تھا۔ اب نہیں ہے۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

"پہلے تم نے کیوں نہیں بتایا تھا۔" چودھری نے روہانسی آواز میں کہا اور پھر سچ مچ رو پڑا۔

"اوہو.... یہ تو رو رہا ہے.... کیوں رو رہا ہے....!" ریٹا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"پتہ نہیں....!" عمران نے کہا اور اندرونی دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "آؤ چلیں!"

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس گورکھ دھندے میں آ پھنسا ہے، خط بھیجنے والا کون تھا اور اس طرح یہاں کیوں ہانک لایا گیا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے بوڑھے کو دھمکانا شروع کر دیا۔

"صاحب میں کچھ نہیں جانتا۔" بوڑھا جھلا کر بولا۔ "مجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے میں نے کیا اب کیا میں اپنے مالک سے بال کی کھال نکالنے بیٹھ جاتا۔ کوئی بھی ملازم ایسا نہیں کر سکتا وہ تو حکم کا بندہ ہوتا ہے۔"

"کیا کہا تھا تمہارے مالک نے....!"

"انہوں نے کہا تھا کہ کالی گاڑی میں ایک مہمان آ رہے ہیں۔ شائد چودھری مدار بخش کے ساتھ آئیں۔ اُن کی میم صاحبہ اگر اُن سے پہلے پہنچ جائیں تو انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔"

"پھر ہم سے یہ کیوں کہا گیا تھا کہ یہ عام راستہ نہیں ہم اپنی گاڑی سرخ رنگ کے تاروں کے باہر سے لے جائیں۔"

"میں اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ وہ مہمان ہی کی گاڑی ہے۔"

"لیکن میری گاڑی کہاں گئی۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہاں سے اگر کوئی چیز غائب ہو جائے تو کون ذمہ دار ہوگا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ذمہ داری تو میری ہی ہے جناب! لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"کیا اُسے تلاش نہیں کر سکتے۔"

"اپنی حدود میں تمام تلاش کر چکا ہوں۔"

"یار بڑے میاں عقل کے ناخن لو.... کیا لے جانے والا اس کا منتظر رہا ہوگا کہ تم اُسے اپنی حدود میں تلاش کرلو تو وہ اُسے لے جائے۔"

"تب بھی مجبوری ہے جناب.... دنیا لامحدود ہے۔"

"تم ایک جغرافیائی حقیقت کی نفی کر رہے ہو....!"

"یہ بھی مجبوری ہے جناب! میں زیادہ لکھا پڑھا نہیں ہوں۔"

"چلو خیر کوئی بات نہیں.... لنچ کس وقت ملے گا۔"

"لنچ کے وقت....!"

"معقول جواب ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہاں ستار مل سکے گا۔"

"میرے مالک کو موسیقی سے دلچسپی نہیں۔"

"انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ مہمان کا قیام کب تک رہے گا؟" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں....!"

"یہاں حویلی میں کوئی گاڑی موجود ہے۔"

"جی نہیں۔"

"شہر یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"پتہ نہیں! کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"کتنے دنوں سے یہاں ملازم ہو....!"

"جب سے داور صاحب اس حویلی کے مالک بنے ہیں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ داور صاحب کو سرے سے جانتا ہی نہیں۔"

"بھلا مجھے اس سے کیا سروکار.... حکم کا بندہ ہوں۔"

"کیا تم لوگ انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتے!" ریٹا بولی۔

بوڑھے نے مستفسرانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے کہا۔ "کہہ رہی ہیں کہ فضول ٹائمیں ٹائمیں نہ کرو.... جاکر لنچ کا انتظام کرو۔"

"بہت بہتر جناب....!" بوڑھے نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ریٹا نے پوچھا۔ "کیا یہ تمہارے کسی عزیز کا مکان ہے۔"

"بالکل .... اور میں عنقریب اُسے عزیز ترین بنا کر چھوڑوں گا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے میں بوڑھا پھر واپس آیا اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"جج.... جناب غضب ہو گیا۔"

"اب کیا ہوا....!" عمران کراہا۔

"اس بار جناب عالی۔" بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔ "وہ بہت زیادہ خوفناک بن کر آئے ہیں۔"

"کون....!"

"گاؤں والے! کہتے ہیں کہ آپ کو فوراً حویلی کے باہر لایا جائے ورنہ وہ اندر گھس پڑیں گے۔"

"چلو....!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہے.... مجھے بھی بتاؤ۔" ریٹا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

عمران نے اُس سے کہا کہ وہ وہیں ٹھہرے اور وہ خود بوڑھے کے ساتھ برآمدے میں آیا۔

اس بار سچ مچ مجمع غضب ناک نظر آرہا تھا.... چودھری مدار بخش نے ایک بہت وزنی تبر ہاتھوں میں سنبھال رکھا تھا جسے اٹھائے ہوئے اُس نے چیخ کر کہا۔ "ڈبو.... چلا چل سیدھی طرح۔"

"میں چل رہا ہوں۔" عمران نے بھی بلند آواز میں ہانک لگائی۔

"تیری جورو.... ساتھ نہیں جائے گی۔"

"بالکل نہیں جائے گی۔"

"تو پھر نیچے آجا۔"

"آرہا ہوں.... لیکن ذرا ایک بار اندر تو ہو آؤں...."

"نہیں.... اب اندر نہیں جاسکتا۔ تیری جورو روک لے گی۔"

"اچھا....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا اور زینے طے کرتا ہوا برآمدے سے نیچے اترنے لگا۔

پھر چودھری نے اُسے گھیر کر لعنت ملامت شروع کر دی۔

"چل بے۔" مدار بخش نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے۔

اتنے میں برآمدے سے ریٹا کی آوازیں آئیں۔ "تم کہاں جارہے ہو.... تم کہاں جارہے ہو۔" اور پھر وہ بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑی۔

"بھاگ جاؤ.... ورنہ یہ لوگ تمہیں جان سے مار دیں گے.... مگر کاکا کی نواسی سے ملی ہیں۔" عمران ہاتھ ہلاتا ہوا چیخا۔

پھر دفعتاً قریب کی جھاڑیوں سے ایک فائر ہوا.... پھر دوسرا.... پھر تیسرا.... اور بھگدڑ مچ گئی۔



تھوڑی ہی دیر بعد عمران وہاں تنہا کھڑا رہ گیا۔ گاؤں والے دوڑتے ہوئے چلے جا رہے تھے!

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اُن جھاڑیوں کی طرف جھپٹتا جہاں سے فائرنگ ہوئی تھی لیکن وہ اُسی جگہ کھڑا اونگھتا رہا۔

"یہ کیا ہے..... یہ کیا ہو رہا ہے۔" ریٹا اُسے جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"اُوں.....!" عمران چونک پڑا اور خالی خالی نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"میں پوچھ رہی ہوں یہ لوگ کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔"

عمران مسکرایا اور بولا۔ "یہ کیوں نہیں پوچھتیں کہ اُن جھاڑیوں سے فائرنگ کس نے کی تھی۔"

"پوچھوں؟" لڑکی نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"واقعی یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی اور اب یہ بھی سوچ رہی ہوں وہ کون تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا تھا۔"

"سوچ جاؤ....." عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔

ریٹا بھی اُس کے ساتھ چلتی رہی انداز ہی ایسا تھا جیسے اُسے منانے کے لئے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ لیکن الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

برآمدے سے گذرتے ہوئے وہ پھر اُسی کمرے میں آ پہنچے۔

"میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔" عمران نے اپنی کنپٹی پر انگلی مارتے ہوئے کہا۔

"تو سوچو نا..... میں نے منع کیا ہے کیا؟" وہ ٹھنک کر بولی۔

"میں کسی کی موجودگی میں کچھ نہیں سوچ سکتا۔"

"یہ نئی بات سنی ہے میں نے۔"

"ابھی اور پتہ نہیں کتنی باتیں سنو گی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا..... ریٹا قریب ہی اسٹول پر بیٹھ گئی۔

"سب سے بڑی بات تو یہ سوچنی ہے کہ تمہارے اس پیچ کا اختتام کہاں ہوگا۔" وہ آنکھیں بند کرتا ہوا بولا۔

"تم بات بات پر مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہو....!"

"یونہی تفریحاً....!" عمران آنکھیں کھولے بغیر بولا۔ "لیکن تمہارے پاپا کہاں رہ گئے۔ کیا انہیں تمہارے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش نہ ہو گی۔"

"تم میری باتیں کیوں نہیں کرتے! پاپا میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔"

"تم جیسی لڑکی پیدا کر دینا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے میری نظروں میں تمہارے پاپا بڑی وقعت رکھتے ہیں۔"

"ہائیں....ہائیں....!" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"جاؤ اب لنچ کا انتظام کرو....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

ریٹا تھوڑی دیر تک اُسے گھورتی رہی پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔

عمران نے بھی آرام کرسی چھوڑ دی تھی.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کر گذرنے کا ارادہ رکھتا ہو.... دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے ایک بند دروازے کا بولٹ گرا رہا تھا.... دروازہ کھول کر وہ دوسرے کمرے میں آیا۔

یہاں ہر طرف ابتری نظر آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سالہا سال سے بند پڑا رہا ہو۔ عجیب طرح کی ناگوار بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور پرانی وضع کے فرنیچر پر گرد کی تہیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک گوشے میں پرانے اخبارات کا ڈھیر نظر آیا۔

آگے بڑھ کر اُس نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا.... سامنے ایک طویل راہداری تھی۔ جس میں دونوں جانب دوسرے کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی کھلا نہ ملا.... وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔

راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا۔ یہ دروازہ بھی مقفل نہیں تھا۔ بولٹ گراتے ہی کھل گیا.... سامنے ایک مختصر سا برآمدہ تھا جس کی سیڑھیوں کا اختتام گھنی جھاڑیوں کے ایک بے ترتیب سلسلے پر ہوا تھا.... عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور چپ چاپ نیچے اترتا چلا گیا۔

پھر وہ دوڑتا رہا تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر جیسے کوئی وحشت زدہ جانور چڑیا گھر کے کسی کٹہرے سے نکل کر بھاگا ہو۔ بے ترتیب باغات سے نکلتے ہی وہ گھنے جنگل میں داخل ہو چکا تھا۔

یہاں اُسے اپنی رفتار کم کر دینی پڑی۔ ویسے بھی اتنی دور تک دوڑنے کی وجہ سے سانس پھولنے لگی تھی۔

آہستہ آہستہ ایک جانب چلنے لگا۔ رکنا تو چاہتا ہی نہیں تھا۔

جنگلوں میں داخل ہوتے ہی خنکی کا احساس ہوا لیکن یہ خنکی خوشگوار تھی۔ پرندوں کی آوازیں فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

کسی مخصوص سمت کا تعین کئے بغیر وہ چلتا رہا.... کسی نہ کسی طرح اس جال سے نکل جانا چاہتا تھا جو اُس کے گرد پھیلایا گیا تھا۔ لیکن اب تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ یہ چکر کیا ہے اگر کوئی شخص اُسے اپنی راہ سے ہٹانا چاہتا تھا تو بہترین طریقہ یہ ہوتا کہ اُسے بے خبری میں مار لیا جاتا۔ آخر اس کھڑاگ کی کیا ضرورت تھی؟ کیا مقصد تھا اس کا؟

گھڑی ڈیڑھ بجا رہی تھی.... اُس نے سوچا اب یہ دوسری حماقت سرزد ہو رہی ہے۔ آخر جنگلوں میں کہاں بھٹکتا پھرے گا۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ چھپ چھپا کر گاؤں میں پہنچنے کی کوشش کرتا اور گاؤں والوں کو حویلی والوں کے خلاف بھڑکا کر پھر دیکھتا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔

لیکن اب....؟ وہ چلتے چلتے رک گیا۔

آس پاس کہیں کوئی پگڈنڈی بھی نہ دکھائی دی۔ وہ ایک درخت کی جڑ پر بیٹھ گیا۔

اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ایسے حالات سے شائد ہی کبھی دوچار ہوا ہو.... پتہ نہیں کس ستم ظریف سے سابقہ پڑا ہے اس بار.... اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور حسب عادت جیب میں چیونگم کا پیکٹ ٹٹولنے لگا مگر اب وہاں کیا باقی بچا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا اور اندازے سے اُسی جانب چلنے لگا جدھر سے آیا تھا۔ اب یہی سوچ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح گاؤں تک پہنچنے کی کوشش کرے ورنہ ان جنگلوں میں بھٹکتا ہی رہ جائے گا۔

چلتا رہا.... اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ حویلی سے کتنی دور نکل آیا ہے....

دفعتاً کچھ دور پر ایک جگہ درختوں کی چوٹیوں پر دھواں سا محسوس ہوا.... اُس نے سوچا ممکن ہے اُسی گاؤں سے تعلق رکھنے والے کسی آدمی سے ملاقات ہو جائے کوئی لکڑ ہارا ہو.... وہ اسی جانب چل پڑا۔

تھوڑی ہی دور چلا ہوگا کہ اُسی سمت سے ایک نسوانی چیخ ابھری اور کوئی عورت ہسٹریائی انداز میں "بچاؤ.... بچاؤ...." چیختی رہی۔

عمران دوڑنے لگا... اور پھر اُس جگہ پہنچنے میں دیر نہیں لگی جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔

دو آدمی نظر آئے جو ایک لڑکی کو بے بس کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ان کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔

"اے خبردار!" عمران دہاڑا.. اور وہ ٹھٹھک گئے۔ لڑکی اچھل کر دوسری طرف جا پڑی تھی۔

"بھاگ جاؤ۔۔۔۔" اُن میں سے ایک نے سنبھالا لے کر ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

عمران نے دیکھا کہ دوسرے نے چاقو نکال لیا ہے اور اب اپنے ساتھی کو اشارہ کر رہا تھا کہ وہ لڑکی کا خیال رکھے۔

اور پھر اُس نے چاقو تول کر عمران پر چھلانگ لگائی عمران بے خبر تو نہیں تھا کہ مار کھا جاتا پینترا بدل کر بڑی صفائی سے وار خالی دیا۔ حملہ آور غراتا ہوا پلٹا اور پوری قوت سے اُس پر ٹوٹ پڑا۔

عمران نے چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اُسے موڑنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ آدمی بھی جان دار معلوم ہوتا تھا۔۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑا لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسی کشمکش کے دوران ایک بار اس کا چہرہ عمران کے چہرے کے قریب آ گیا اور عمران نے بے محابا اپنا سر اس کی ناک پر دے مارا۔ پھر پے در پے دو تین بار یہی حرکت کر ڈالی۔ اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ کسی دم توڑتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔۔۔۔ چاقو تو کبھی کا اُس کی گرفت سے نکل چکا تھا۔ عمران نے پھرتی سے جھک کر چاقو پر قبضہ کر لیا۔ دوسرا آدمی جو لڑکی کی نگرانی کر رہا تھا یہ واقعہ دیکھ کر عمران پر چڑھ دوڑا۔

عمران کے لئے یہ حملہ غیر متوقع نہیں تھا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ وہ قریب پہنچتا عمران نے اچھل کر اُس کے پیٹ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ شاید اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ دوسری طرف الٹ گیا۔ پہلا آدمی تو بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ دوسرے نے پھر اٹھنا چاہا لیکن عمران نے موقع نہیں دیا۔

دوسری ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ کسی نامعلوم آدمی کو گالیاں دینے لگا۔۔۔۔ پھر وہ دوبارہ نہیں اٹھ سکا اور اپنے ساتھی ہی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

لڑکی قریب ہی کھڑی بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ اُس کی بڑی بڑی وحشت زدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔

"یہ کون ہیں۔" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"مم۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ نن۔۔۔۔ نہیں جانتی۔" اُس نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرو! اور چلتی رہو۔" عمران اسے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دھواں بھی اُسی جانب دکھائی دیا تھا۔

"یہاں ایک جھونپڑی ہے۔۔۔۔!" لڑکی چلتے چلتے منمنائی۔

"کدھر۔۔۔۔!"

"بس تھوڑی دور۔۔۔۔!"

اور پھر وہ اُس جھونپڑی کے قریب جاپہنچے اور وہ الاؤ بھی نظر آگیا جس کا دھواں اُس نے درختوں کی چوٹیوں پر دیکھا تھا.... الاؤ میں شاید گیلی لکڑیاں ڈالی گئی تھیں جن سے اب بھی گہرا دھواں پھوٹ کر فضامیں منتشر ہو رہا تھا۔

جھونپڑی خالی تھی۔ عمران نے سوالیہ انداز میں لڑکی کی طرف دیکھا۔

"وہ مجھے یہاں لائے تھے۔"

"کہاں سے۔"

"ریلوے اسٹیشن سے۔" لڑکی نے آہستہ سے کہااور سر جھکالیا۔

عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی اور پھر لڑکی سے مخاطب ہوا۔

لڑکی کے چہرے پر اب بھی سراسیمگی کے آثار تھے۔

"تم کون ہو....!" عمران نے پوچھا۔

"مم میں زرینہ ہوں....!"

"ٹھیک ہے.... لیکن ان لوگوں کے ہاتھ کیسے پڑ گئی تھیں۔"

"میں شاداب نگر میں رہتی ہوں.... یہ لوگ....!" اس نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ دو ہی تھے یااور بھی ہیں۔"

"مجھے تو اور کوئی نہیں ملا....!"

"شاداب نگر سے یہاں کیسے پہنچیں....!"

"طویل داستان ہے جناب.... زبان.... نہیں کھلتی۔"

"کیا تم جانتی ہو.... یہ علاقہ کون سا ہے.... یا پختہ سڑک یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی جناب.... ریلوے اسٹیشن سے ہم باہر آئے تھے وہ ایک ریلوے کوارٹر میں مجھے لے گئے تھے۔ وہاں چائے پلائی تھی۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ کسطرح اس جنگل تک پہنچی تھی۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہیں چائے میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔"

"جی ہاں.... سر چکرایا تھا.... اور پھر کچھ یاد نہیں۔"

"آنکھ اس جھونپڑی میں کھلی تھی....؟" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"تم کیسی بھولی تھیں کہ ان کے ساتھ چلی آئیں....!" عمران نے آگے بڑھ کر جھونپڑی میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"حالات....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔"

عمران نے مڑ کر اُسے غور سے دیکھا.... خوش شکل اور صحت مند لڑکی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال رہی ہوگی۔ لباس بھی ناموزوں نہیں تھا۔

"حالات....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور لڑکی سے بولا۔ "جھونپڑی کے اندر بیٹھو.... میں ذرا گرد و پیش کا جائزہ لے لوں۔"

"میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی.... آپ کون ہیں۔"

"میں ایک احمق ہوں مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں۔" لڑکی اکڑ کر بولی اور داہنا ہاتھ سامنے لائی، جس میں کھلا ہوا چاقو تھا.... حملہ آوروں کا چاقو وہیں گر پڑا تھا.... اور عمران نے بعد میں اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا تھا۔ لڑکی اسے اٹھا لائی تھی۔

"تو تمہارا نام زرینہ ہے....!" عمران نے چاقو پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"ہاں.... یہی ہے۔"

"پڑھی لکھی بھی معلوم ہوتی ہو۔"

"تھرڈ ایئر کی متعلمہ ہوں....!"

"بڑی خوشی ہوئی....!"

"لیکن میں اب کیا کروں گی.... کہاں جاؤں گی....!" وہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔

"تم نے ابھی بتایا تھا کہ شاداب نگر میں رہتی ہو۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو.... اچھا کس ریلوے اسٹیشن پر تم اتری تھیں۔"

"شاہ آباد....!"

عمران نے اس طرح ہونٹ سکوڑے جیسے سیٹی بجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

"آپ نہیں سمجھ سکتے.... میں نے جہنم میں چھلانگ لگا دی ہے جس سے نکلنا مشکل ہے۔"

"بھئی کچھ سمجھنے دو مجھے....!"

"ایک شخص نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ جسے میں دنیا کا ارفع ترین آدمی سمجھتی تھی۔ اس نے مجھے محبت کا فریب دیا۔ میں بری طرح اس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ ہماری شادی ناممکن تھی۔"

"ناممکن شادی نہیں بلکہ خوشحال شادی شدہ زندگی ہوا کرتی ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"آپ نہیں سمجھے۔ ہمارے یہاں صرف خاندان ہی میں شادیاں ہوتی ہیں۔ ایک مخصوص نسل ہے، جس میں آج تک باہر کی ملاوٹ نہیں ہوئی۔"

"خیر ہاں تو پھر.....!"

"ایک سال تک ہم دونوں ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ ہماری خواہش تو یہی تھی کہ شادی کرلیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ شادی ہو بھی سکتی تھی لیکن میرے اعزہ میری اور اس کی زندگی دوبھر کردیتے۔ بالآخر ہم نے طے کیا کہ شاداب نگر سے باہر چلے جائیں کہیں دور..... وہیں شادی کرکے نئی زندگی کا آغاز کریں..... ایک رات ہم نکل کھڑے ہوئے۔ ٹرین پر انہیں دونوں آدمیوں سے ملاقات ہوئی تھی جنہیں ابھی آپ نے مارا ہے۔ میرے ساتھی نے بتایا کہ وہ اس کے گہرے دوستوں میں سے ہیں اور اتفاق سے وہیں جارہے ہیں جہاں ہم نے جانا ہے۔ پھر ہم سب گھل مل کر باتیں کرتے رہے۔ میرے ساتھی نے میرا تعارف اپنی بیوی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ وہ دونوں مجھے بھابی کہہ کر مخاطب کرتے رہے! ایک اسٹیشن پر میرا ساتھی سگریٹ لینے کے لئے اترا.....اور کچھ دیر بعد گاڑی چل پڑی، میں پریشان ہونے لگی۔ ان دونوں نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں وہ کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلا گیا ہوگا۔ اگلے اسٹیشن پر آجائے گا۔ میں خاموش ہو بیٹھی لیکن دل دھڑکنے لگا تھا۔ اگلے اسٹیشن پر بھی نہ آیا۔ اُن میں سے ایک آدمی اتر کر اُسے پوری ٹرین میں آواز دیتا پھرا۔ لیکن کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ یقینی طور پر پچھلے اسٹیشن پر رہ گیا ہوگا.....اب بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے ساتھ شکوہ آباد تک چلی چلو..... ہم وہیں اسٹیشن پر اس کی آمد کے منتظر رہیں گے۔ وہ دوسری ٹرین سے وہاں ضرور پہنچے گا۔ اسٹیشن پر اتر کر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ریلوے کوارٹر میں رہتے ہیں، اسے بھی معلوم ہے۔ وہ سیدھا وہیں آجائے گا۔"

لڑکی خاموش ہوگئی۔ عمران بھی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نے کہا۔ "میں اب اپنے خاندان والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی..... میں کیا کروں کہاں جاؤں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ لڑکی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی.....اور عمران تو اس طرح سر جھکائے کھڑا تھا جیسے وہ خود ہی مجرم ہو۔

"آہا..... ذرا ان کی تو خبر لوں.....!" وہ کچھ دیر بعد چونک کر بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔"

"نہیں میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

"کمال ہے.....!"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"اگر میں ہی تمہیں پھاڑ کھاؤں تو....!"

"میں بھی چلوں گی....!" لڑکی بدستور اپنی بات پر اڑی رہی۔

عمران چل پڑا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلتی رہی.... اور وہ وہیں آپہنچے جہاں دو آدمیوں کو بیہوش چھوڑا تھا.... لیکن اب وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

"اب بتاؤ....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں کیا بتاؤں....!"

"یہ کہاں بھاگ گئے۔"

"ارے میں کیا جانوں....!"

"بڑے حیادار تھے۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "مجھ اکیلے آدمی سے اتنا مرعوب ہوئے کہ دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت ہی نہیں پڑی۔"

"بھلا میں کیا بتاؤں۔" لڑکی روہانسی ہو کر بولی۔ "میں تو آپ ہی ستم رسیدہ ہوں۔"

"اچھا ستم رسیدہ صاحبہ! اب اجازت دیجئے۔" عمران نے بڑے ادب سے جھک کر اُسے سلام کیا اور ایک جانب چل پڑا۔

"ارے.... ارے....!" لڑکی اُس کے پیچھے دوڑی۔

"اب کیا ہے....!" عمران رک کر مڑا۔

"کیا میں یہاں جنگل میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

"یہ تمہاری اپنی مرضی پر منحصر ہے۔"

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

"قطعی ناممکن....!" عمران گردن جھٹک کر بولا۔ "چاہے بقیہ زندگی اسی جنگل میں کیوں نہ بسر کردینی پڑے۔"

"آپ پتہ نہیں کیسی باتیں کررہے ہیں۔ رحم نہیں آتا آپ کو۔"

"اچھا اس آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ جس سے تمہارا تعلق ہوا تھا۔"

"نام پوچھ کر آپ کیا کریں گے۔"

"ضروری ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ سال میرے لئے بالکل واہیات ہے۔ ایک نجومی نے بتایا تھا کہ اگر کسی لڑکی کی مدد کرنی پڑے تو اس کے فوراً بعد ہی کنویں میں چھلانگ لگا دینا ورنہ وہ

لڑکی قبر تک ساتھ جائے گی۔"

وہ پہلے تو متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتی رہی پھر بسورنے لگی اس کے بعد باقاعدہ طور پر رو پڑی۔

عمران نے دانت پیس کر خلاء میں تین چار بار مکے ہلائے اور پھر سر پکڑ کر اکڑوں بیٹھ گیا۔

لڑکی روتی اور سسکیاں لیتی رہی.... کئی منٹ اسی طرح گذر گئے۔

"ارے کچھ کھانے کو بھی ہے اُس جھونپڑی میں یا بھوکوں مرنا پڑے گا۔" عمران نے کسی ایسی معمر عورت کے سے انداز میں کہا جو اپنے بچوں کی نالائقیوں سے تنگ آگئی ہو۔

"ہے کیوں نہیں۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے روتے روتے جھلا کر بولی ہو۔

"چلو.....! بھوک لگی ہو تو اپنی حالت پر افسوس کرتے بھی نہیں بن پڑتا۔"

عمران اٹھ کر پھر جھونپڑی کی طرف چل پڑا.... لیکن مڑ کر نہیں دیکھا کہ لڑکی بھی آرہی ہے یا نہیں۔ جھونپڑی میں پہنچ کر اُس نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

ایک گوشے میں کھجور کے پتوں کی ایک باسکٹ نظر آئی۔ اُس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ لڑکی کی آواز آئی۔ "ٹھہرو۔"

"نہیں تم جا کر روؤ.... یہاں کیوں چلی آئیں۔" عمران نے کہا اور باسکٹ اٹھا کر اس میں دیکھنے لگا۔ کاغذ میں لپٹے ہوئے انڈوں کے سینڈوچ نظر آئے چائے کا تھرماس بھی تھا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کان پک گئے ہیں بار بار یہی جملہ سنتے ہوئے۔" عمران نے کہا اور سینڈوچز گننے لگا پھر بولا۔

"یہ تعداد میں بارہ ہیں.... میرے خیال سے تمہارے لئے صرف دو تین عدد کافی ہوں گے۔ خوبصورت لڑکیوں کو زیادہ نہ کھانا چاہئے ورنہ جسم غیر متناسب ہو جاتا ہے۔ چھتیس، چوبیس، چھتیس کا ریشو گڑبڑا جاتا ہے کہ نہیں۔"

"بیکار باتیں نہ کرو، پتہ نہیں میں نے کب سے کھانا نہیں کھایا۔" لڑکی نے کہا۔ "آج کون سا دن ہے۔"

"منگل....!"

"میرے خدا.... تو پھر میں نے سنیچر کی شب میں کھانا کھایا تھا۔"

"میں تو جب سے پیدا ہوا ہوں آج تک کچھ کھایا ہی نہیں۔"

"تم آخر میرا مذاق کیوں اڑا رہے ہو۔ مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے تمہیں۔"

"پیٹ بھر لینے کے بعد" عمران ایک سینڈوچ کا نصف دانتوں سے کاٹ کر منہ چلاتا ہوا بولا۔

"صورت ہی سے منحوس معلوم ہوتے ہو۔" لڑکی جل کر بولی۔

"اُس صورت میں شائد تمہیں آدھا سینڈوچ بھی نہ ملے۔"

لڑکی نے جھپٹ کر ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اُسے تولتی ہوئی بولی۔ "چپ چاپ رکھ دو سارے سینڈوچ ورنہ سر پھاڑ دوں گی۔"



عمران نے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی۔ ایسے بے تعلقی سے کھاتا رہا جیسے قریب ہی کوئی بلی کھڑی "میاؤں میاؤں" کر رہی ہو۔

لڑکی اُسے گھورتی رہی پھر یک بیک چونک کر بولی۔ "اوہ کیا میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"تم ہی سوچو.....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"مم.... میں معافی چاہتی ہوں جناب!" لڑکی کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔ "پے در پے غیر متوقع حادثات نے مجھے ذہنی طور پر کہیں کا نہ رکھا۔ آپ میرے محسن ہیں.... مجھے معاف کر دیجئے۔"

"کر دیا.....!" عمران نے نوالہ چباتے ہوئے کہا۔

پھر لڑکی چپ چاپ ایک گوشے میں جا بیٹھی۔ چھ سینڈوچ کھا کر عمران نے بقیہ اس کی طرف بڑھا دیئے اور تھرماس سے چائے انڈیلنے لگا۔

"یہ بہت ہیں.....!" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ "آپ اور لیجئے۔"

"بس شکریہ.... جو باقی بچیں پھر کھالینا.... پتہ نہیں پھر کب کھانا نصیب ہو۔"

"کیوں.... میں نہیں سمجھی۔"

"تمہاری طرح میں بھی نہیں جانتا کہ کہاں ہوں۔ مجھے ایک لڑکی بھگا لائی تھی۔"

"خدا کے لئے میرا مضحکہ نہ اڑایئے۔"

"میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ سر جھکائے اپنے ناخنوں کا جائزہ لیتی رہی۔

"میں اس سے پیچھا چھڑا کر اس جنگل میں آگھسا تھا لیکن یہاں بھی۔"

"یہاں بھی کیا.....؟"

"ایک لڑکی ہی سے ملاقات ہو گئی....!"

"خدا نے.... میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا....!" لڑکی بیزاری سے بولی۔

"تو تمہارا نام زرینہ ہے۔"

"جی ہاں....!"

"صرف زرینہ....!"

"باپ کا نام لکھتی ہوں زرینہ کے ساتھ۔"

"وہ بھی کوئی اچھا ہی سا نام ہوگا؟"

"مجبوری.... نہ بتا سکوں گی۔"

"میں نے پوچھا کب تھا؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

لڑکی پھر خاموش ہو گئی اور عمران ٹانگیں پھیلاتا ہوا بولا۔ "پچھلی رات ایک پل کے لئے بھی نہیں سو سکا.... لہٰذا ٹاٹا....!"

چٹائی پر چت لیٹ کر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"مجھے کیا کرنا چاہئے.... مجھے کیا کرنا چاہئے۔" لڑکی مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔

"صبر....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میں سوچ رہی ہوں کیا پرویز نے مجھے اُن لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔"

"غلط سوچ رہی ہو....!" عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔

"کیوں....؟"

"پیسہ خرچ کرنے والے اتنی آسانی سے نہیں ٹلتے۔ اگر تمہارا خیال صحیح ہوتا تو وہ ہوش میں آنے کے بعد ادھر ضرور آتے۔"

"کون جانے... وہ آپ کو غافل دیکھ کر حملہ کر ہی بیٹھیں۔ کہیں آس پاس چھپ گئے ہوں گے۔"

"اب تو چاہے جان چلی جائے کچھ دیر سوؤں گا ضرور....!"

اور پھر وہ سچ مچ سو گیا.... پھر آنکھ کھلی تھی اس لڑکی کے جھنجھوڑنے پر....

"آئیں.... ہائیں۔" اُس نے لیٹے ہی لیٹے تن کر منہ چلایا.... اور کروٹ لے کر پوچھا۔ "کیا بات ہے۔"

"کوئی ہے.... میں نے آوازیں سنی تھیں۔" لڑکی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہاں کون ہے؟" عمران اٹھ بیٹھا۔

"کچھ آدمیوں کے بولنے کی آوازیں سنی تھیں۔"

"آدمی ہی کی آواز تھی نا....!"

لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اونہہ....!" عمران پھر لیٹتا ہوا بولا۔ "میں سمجھا تھا شیر دیر ہوگا۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں....!" لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"جو کچھ سمجھتی ہو اُسے فی الحال دل ہی میں رکھو۔ نیند پوری کر لینے کے بعد سنوں گا۔"

"یا خدا کیا کروں....؟" لڑکی نے اپنی پیشانی پر دو ہتھڑ مارا۔

"یہ بھی نامناسب نہیں ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا اور کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

"میں کہتی ہوں میری بات سنو....!" وہ اُسے دوبارہ جھنجھوڑ کر چیخی۔

عمران اٹھ بیٹھا۔ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم مجھے بور ہی کرنے پر تل گئی ہو۔"

"میں پوچھتی ہوں کہ میں کیا کروں؟"

ادھر عمران سوچ رہا تھا کہ اب کچھ نہ کچھ کر ہی گذرنا چاہئے۔ جن حالات میں اس لڑکی سے دوچار ہوا تھا وہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ یہ کوئی نیا جال ہے۔ جو اُسے الجھائے رکھنے کے لئے پھیلایا گیا ہے.... اگر اس میں ذرہ برابر بھی حقیقت ہوتی تو وہ دونوں ہوش میں آنے کے بعد غائب نہ ہو جاتے۔

عمران سوچتا رہا اور لڑکی کھا جانے والی نظروں سے گھورتی رہی۔

تو اب یہ ہونا چاہئے عمران نے سوچا اور داہنا ہاتھ اس زور سے اُس کے گال پر رسید کیا کہ وہ داہنی جانب لڑھک گئی۔

"ارے....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی پھر دوبارہ اٹھ ہی رہی تھی کہ عمران نے اتنی ہی قوت سے پھر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔

اب تو وہ بُری طرح چنگھاڑنے لگی تھی.... اور عمران دونوں ہاتھوں سے اُسے پیٹ رہا تھا.... کچھ دیر تک وہ خود ہی مدافعت کی کوشش کرتی رہی پھر چیخنے لگی۔ "ارے بچاؤ.... بچاؤ مارے ڈالتا ہے بچاؤ.... بچاؤ...."

عمران کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے۔ دفعتاً جھونپڑی کے دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ "خبردار.... چھوڑ دو اسے ورنہ گولی مار دوں گا۔"

عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا.... تین آدمی نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا اس

نے چپ چاپ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

لڑکی خاموش تو ہو گئی تھی لیکن کبھی کبھی سسکیاں نکل ہی جاتیں اور آنسو تو تھمے ہی نہیں تھے۔ وہ عمران کو اس طرح گھورے جا رہی تھی جیسے کچا چبا جائے گی۔ دفعتاً وہ اٹھی اور عمران پر ٹوٹ پڑی۔

عمران پہلے تو دوہرا ہو گیا.... اس کی ضربات اپنی پشت پر سہتا رہا پھر یک بیک سیدھا ہوا اور لڑکی کو ریوالور والے پر اچھال پھینکا۔ پھر خود بھی اُن پر چھلانگ لگا دی۔

چاروں زمین پر تھے اور عمران ریوالور چھین لینے کے لئے کوشاں تھا۔ ساتھ ہی اس پر بھی دھیان تھا کہ ان میں سے کوئی اٹھنے نہ پائے لڑکی بُری طرح چیخ رہی تھی کیونکہ اس پر دو آدمیوں کا بوجھ تھا کسی نہ کسی طرح عمران ریوالور پر قبضہ کر لینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اعشاریہ چار پانچ کا وزنی ریوالور تھا.... ایک نے جیسے ہی اٹھنے کے لئے سر ابھارا عمران نے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر رسید کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی اور اس نے ہاتھ پیر ڈال دیئے.... دوسرے کے ساتھ بھی اس نے یہی برتاؤ کیا تیسرے پر بھی ہاتھ اٹھایا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔ دو آدمی بیہوش ہو چکے تھے.... تیسرے کی گردن پکڑ کر اٹھاتے ہوئے لڑکی کے لات رسید کی اور وہ چنگھاڑتی ہوئی دور جا گری۔ پھر تیسرے کو بھی دھکا دیا.... وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس نے پھر جھپٹنے کی کوشش کی۔

"بے دریغ فائر کر دوں گا۔" عمران نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی اور وہ دونوں کھڑے ہانپتے رہے۔

عمران چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر غرایا۔ "تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"میں سچ کہتا ہوں تم سبھوں کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر کے چل دوں گا۔" عمران نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو دیکھ ہی چکے ہو کہ مجھے اس جیسی خوبصورت لڑکی پر بھی رحم نہیں آتا۔"

"کمینے کتے....!" لڑکی بڑبڑائی۔

عمران نے لڑکی کی طرف توجہ دیئے بغیر پھر اس آدمی کو مخاطب کیا۔ "کیا تم نہیں بتاؤ گے۔"

"گگ.... گاڑی" وہ ہکلایا۔ "یہاں سے دور ہے! سڑک کے قریب!"

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔" لڑکی نے اس کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ ٹھیک کر رہا ہے تم خاموش رہو.... ورنہ دونوں کان کاٹ دوں گا۔" عمران بولا۔ پھر مرد سے بولا۔ "تم مجھے وہاں لے چلو.... اور کون ہے تمہارے ساتھ۔"

"کک کوئی نہیں۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"چلو....!" عمران نے ریوالور سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ جھونپڑی سے نکل رہے تھے مرد آگے تھا اس کے پیچھے لڑکی اور عمران دونوں کے پیچھے ریوالور سنبھالے چل رہا تھا۔

"مجھے وہیں لے چلو جہاں گاڑی ہے۔" عمران نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ وہ کچھ نہ بولے۔ خاموشی سے چلتے رہے۔ لڑکی کبھی کبھی مڑ کر عمران کیطرف دیکھنے لگتی اور عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ دیکھ کر ایسا منہ بناتی جیسے کوئی گندی سی گالی ذہن میں گونج کر رہ گئی ہو۔

اگلا آدمی بائیں جانب والی جھاڑیوں میں داخل ہو رہا تھا۔ یہاں ایک پتلی سی پگڈنڈی نظر آئی.... دورویہ جھاڑیاں ان کے قد سے بہت اونچی تھیں۔

وہ چلتے رہے۔ عمران خود ہی کسی قسم کی گفتگو سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تقریباً ایک یا ڈیڑھ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ نسبتاً کم گھنے جنگل میں پہنچ گئے تھے۔ لیکن یہ پگڈنڈی کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

"کیا ارادے ہیں....!" عمران غرایا۔

"مم.... میں شائد راستہ بھول گیا ہوں...." مرد نے رک کر مڑتے ہوئے کہا۔ لڑکی بھی رک گئی۔

"کہیں میں سچ مچ تمہیں گولی نہ مار دوں۔"

"اب میں.... کک.... کیا بتاؤں.... پھر ادھر ہی واپس چلتے ہیں۔"

"نہیں ہم یہیں ٹھہریں گے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

دفعتاً کہیں قریب ہی سے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی.... اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی اور چیخ کر بولی۔ "کر دو فائر.... کرو.... کر دو....!"

پھر ایسا محسوس ہوا جیسے چاروں طرف سے بے شمار آدمی دوڑ پڑے ہوں۔ عمران نے قریب کی جھاڑیوں میں چھلانگ لگائی اور اندھا دھند بھاگتا چلا گیا۔

ذرا ہی دیر بعد اس نے فائروں کی آوازیں سنی.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یونہی بے مقصد چاروں طرف گولیاں برسائی جا رہی ہوں۔



ایک بار تو وہ بال بال بچا.... گولی سر سے شائد آٹھ یا نو انچ کے فاصلے سے گذر گئی تھی۔ وہ بے تحاشہ زمین پر گر گیا تھا اور اب سینے کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی طرح پتہ نہیں کتنی دور نکل آیا....

کچھ دیر بعد سناٹا چھا گیا لیکن وہ اسی طرح زمین سے چپکا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اس طرح جنگل میں کہاں بھٹکتا پھرے گا۔

کیسا جال تھا؟ کیوں بچھایا گیا تھا۔ وہ سوچتا اور بور ہوتا رہا۔ کیا مادام نشی کا کی لاش کاؤ یوچن کی گاڑی میں اسی لئے ڈالی گئی تھی کہ جولیانا فٹنر واٹر کسی نہ کسی طرح اس واقعہ سے متعلق ہو جائے یا وہ محض اتفاق تھا....؟ پھر اس کے بعد پے در پے دو قتل ہوئے تکونڈا مارا گیا.... جو مادام نشی کا کا باڈی گارڈ تھا؟ فوبی ختم کر دیا گیا جس کے ساتھ وہ ان دنوں بہت زیادہ دیکھی گئی تھی۔

پھر اسے وہ دوسرا چینی یاد آیا جس نے جولیا سے کاؤ یوچن کے متعلق گفتگو کی تھی اور بتایا تھا کہ وہ اس کا ملازم ہے اور چھپ کر اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے تاکہ دوسروں کو اس کے پاگل پن سے محفوظ رکھا جا سکے۔ لیکن کاؤ یوچن نے اس کی تردید کر دی تھی۔ وہ اسے پہچانتا تک نہیں تھا.... آخر وہ چینی کون تھا....؟ کیا اُسی نے نشی کا کی لاش کاؤ یوچن کی گاڑی میں ڈالی تھی؟

پھر اُسے محض اس لئے اس کیس کے سلسلے میں چھان بین کرنی پڑی تھی کہ جولیا کی پوزیشن صاف ہو سکے؟ لیکن.... وہ کیا کر سکا؟.... پتہ نہیں جولیا کا کیا حشر ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے فیاض نے اپنی دھمکیوں کو عملی شکل بھی دے دی ہو۔

وہ سوچتا اور رینگتا رہا.... یہاں نہ صرف جھکڑ دار جھاڑیاں تھیں بلکہ زمین بھی ناہموار تھی۔ اس نے سوچا کب تک اس طرح رینگتا رہے گا۔

اٹھ بیٹھا.... تھوڑی دیر تک گھٹنوں کے بل بیٹھا رہا.... پھر اٹھ بیٹھا.... سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ خنکی بڑھنے لگی تھی۔ اس نے سوچا اگر جنگل سے نکلنے سے قبل ہی اندھیرا پھیل گیا تو کیا ہوگا۔ لیکن تیز چل کر بھی کیا کرتا.... خود کو تھکانے سے فائدہ.... ضروری نہیں تھا کہ تیز رفتاری بار آور ہوتی۔

بس تن بہ تقدیر ہو کر چلتا رہا۔ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ پھر یک بیک اسے کسی بھاری گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور یہ زیادہ دور بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ سمت کا بھی اندازہ ہو گیا اور اس

نے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔

اور پھر جب اس نے جھاڑیوں کے سلسلے کے سرے پر پہنچ کر نیچے دیکھا تو تقریباً تیس چالیس فٹ نیچے سڑک دکھائی دی۔ شائد ابھی ابھی کوئی بڑی گاڑی گذری تھی۔ عمران نے فضا میں پٹرول کے دھوئیں کی بو محسوس کی۔

ڈھلوان ایسی نہیں تھی کہ وہ باآسانی نیچے اتر سکتا۔ پھر بھی.... کوشش کر ہی ڈالی۔ ایک جگہ پیر جمانے کا موقع ملا ہی تھا کہ دوسرا پیر اکھڑ گیا.... اگر ایک مضبوط پودے کا تنا ہاتھ میں نہ آ گیا ہوتا تو نیچے پختہ سڑک پر گر کر ہاتھ منہ توڑ بیٹھتا۔

اب وہ پودے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے خلاء میں جھول رہا تھا۔ پیروں سے اُس دیوار نما ڈھلان کو بھی ٹٹولتا جارہا تھا۔ شاید کہیں پیر جمانے کی جگہ مل ہی جائے.... اتنے میں پھر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی.... اور عمران نے شور مچانا شروع کر دیا۔

یہ ایک ٹرک تھا جس پر بڑے بڑے شہتیر لدے ہوئے تھے۔ پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے مزدوروں نے اُسے حیرت سے دیکھا۔ ڈرائیور نے ٹرک روک دیا تھا۔ وہ سب نیچے اُتر آئے.... عمران چیخے جارہا تھا۔ "اے اتارو کسی طرح.... ورنہ نیچے گر کر چور چور ہو جاؤں گا۔"

"تو اس طرح لٹکنے کی کیا ضرورت تھی؟" ڈرائیور نے نیچے سے پوچھا۔

"نیچے پہنچ کر بتاؤں گا....!" عمران نے چیخ کر کہا۔ "تم ٹرک قریب لاؤ.... اور ایک شہتیر اس نامعقول ڈھلان سے ٹکادو۔"

"ترکیبی معلوم ہوتے ہو یار....!" ڈرائیور ہنس کر بولا.... اور ٹرک میں بیٹھ کر اُسے بیک کرتا ہوا اس جگہ لایا۔ مزدوروں نے ایک شہتیر سیدھا کر کے ڈھلان سے ٹکا دیا اور اسے ہاتھوں سے [illegible] رہے لیکن شہتیر کا اوپری سرا عمران کے پیروں تک بھی نہ پہنچ سکا۔

"چھوٹا ہے.... اس سے بڑا نکالو....!" عمران نے کہا۔

بڑا شہتیر نیچے ہے..... مشکل سے نکلے گا.....!" ایک مزدور نے کہا۔

"اور میں آسانی سے مر جاؤں گا.... کیوں؟"

"اے تم تو بقراط معلوم ہوتے ہو۔" ڈرائیور نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "پھر مزدوروں سے بولا۔ "نکالو نیچے سے۔"

بیس منٹ بعد کامیابی ہو سکی.... دوسرا بڑا شہتیر ڈھلوان سے ٹکایا گیا.... یہ اس کی پنڈلیوں تک پہنچ سکا.... عمران نے دونوں ٹانگیں اس میں پھنسا کر پودے کا تنا چھوڑ دیا اور بڑے اطمینان

سے پھسلتا ہوا ٹرک پر آرہا....

"بہت بہت شکریہ....!" اس نے مزدوروں سے کہا اور ٹرک سے کود کر ڈرائیور کی سیٹ کی طرف بڑھا۔

"اب کیا ہے....؟" ڈرائیور نے پوچھا۔ عمران دروازہ کھول کر اُس کے برابر بیٹھ چکا تھا۔

"کیا ارادہ ہے....!" ڈرائیور اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں ڈاکو نہیں ہوں....!" عمران نے بڑے پیار سے کہا۔

"وہاں اوپر کیا کر رہے تھے....!"

"بھیڑیوں نے دوڑایا تھا.... شکار کھیل رہا تھا۔ ساتھیوں سے بچھڑ کر راستہ بھول گیا۔ ادھر سے نیچے اترنے کی کوشش کر رہا تھا.... تم کہاں جا رہے ہو۔"

"ساجد نگر....!"

"بس تو پھر مجھے وہیں چھوڑ دینا۔ یہاں سے کتنی دور ہوگا۔"

ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تیس میل۔"

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولی۔ پرس موجود تھا۔ بیہوشی کے دوران میں کسی نے اس میں ہاتھ نہیں لگایا تھا.... اس نے اطمینان کی سانس لی۔

کچھ دیر بعد ٹرک ڈرائیور نے کہا۔ "اگر میرے ٹرک پر شہتیر نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔"

"موت تو بہر حال آتی.... لیکن بھیڑیوں سے بچ جاتا....!" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

"بندوق کہاں گئی....!"

"رائفل تھی.... پتہ نہیں کہاں رہ گئی بوکھلاہٹ میں۔"

"اب کیا کرو گے۔"

"بہت زیادہ احتیاط سے زندگی بسر کروں گا۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ ٹرک سنسان سڑک پر دوڑتا رہا۔



اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی وہ ساجد نگر پہنچ گئے۔ عمران نے ٹرک ڈرائیور کو دس روپے دیئے

چاہے لیکن اس نے انکار کر دیا.... مزدور بھی کچھ لینے پر تیار نہیں ہوئے....!

پھر وہ ساجد نگر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ تھوڑی ہی دیر بعد شہر کے لئے ٹرین مل گئی.... رات بہت سرد تھی۔ وہ احتیاطاً تیسرے درجے میں بیٹھا تھا۔ جوں توں شہر پہنچا اور ریلوے اسٹیشن ہی سے دانش منزل کی راہ لی۔ عمارت سنسان پڑی تھی۔ فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا کہ جولیا سے اس کے مکان ہی پر پوچھ گچھ کی گئی تھی۔ البتہ فیاض عمران کے فلیٹ کے چکر لگا رہا ہے۔ کاؤیوچن اب بھی حراست میں ہے، فوہی کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا.... جوزف کے بارے میں بتایا کہ وہ عمران کی ہدایت کے مطابق رانا پیلس ہی میں مقیم ہے۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو؟" فیاض نے پوچھا۔

"یہ نہیں بتاؤں گا....!"

"کہاں غائب ہو گئے تھے۔"

"شہر میں نہیں تھا۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں....؟ کوئی خاص بات؟"

"بہت ضروری.... دفتر آجاؤ.... میں جا رہا ہوں۔ میں وہیں انتظار کروں گا۔"

"کیا اس بات کا تعلق نشی کاوالے معاملے سے ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں....!" جواب ملا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران ریسیور رکھے بغیر کچھ سوچتا رہا۔ پھر ریسیور رکھ کر بیرونی برآمدے میں آیا۔ یہاں بھی تھوڑی دیر رک کر کچھ سوچتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔

گیراج سے موٹر کار نکالی اور فیاض کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ توقع تھی کہ اس سے فوہی کے متعلق بالتفصیل معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ اس نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے تھے۔ بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔ جو لوگ اس کا اغوا کر سکتے تھے سر راہ گولی بھی مار سکتے تھے۔

ویسے وہ بخیر و عافیت محکمہ سراغ رسانی کے دفاتر تک پہنچ گیا۔ فیاض موجود تھا.... بڑی خوش دلی سے ملا۔

"بہت بھوکا ہوں۔" عمران نحیف آواز میں بولا۔

"یہیں منگواؤں کچھ....؟" فیاض نے بڑے پیار سے پوچھا اور عمران چونک کر اُسے گھورنے لگا۔ لہجے میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جس نے ڈھکی چھپی جھلاہٹ کی بھی ہلکی سی جھلک دکھاہی دی تھی۔

فیاض آنکھیں چار نہ کر سکا۔ ہاتھ بڑھا کر گھنٹی بجائی۔ اردلی اندر آیا.... فیاض ایک سلپ پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "کینٹین کے منیجر کو دینا۔"

عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"ہوں تو تم کہاں رہے....؟" فیاض نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ "مرغابیوں کے شکار پر گیا تھا۔"

"کتنی ماریں....!"

"یہ پوچھو کتنی نہیں ماریں.... غلیل کا ربر نہ ٹوٹ گیا ہوتا تو....!"

اتنے میں دوسرا اردلی کسی کا وزیٹنگ کارڈ لایا۔

"بھیج دو....!" فیاض نے لاپروائی سے کہا اور عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کو چونکنا پڑا۔

وہ سفید فام غیر ملکی کمرے میں داخل ہو رہا تھا جسے ریٹا نے اپنے باپ کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا۔

عمران پر نظر پڑتے ہی وہ چیخنے لگا تھا۔ "یہی تھا.... جی ہاں یہی تھا.... اُو بدبخت میری لڑکی کہاں ہے.... میں تمہیں گولی مار دوں گا گندے سور....!"

عمران نے جھٹکے کے ساتھ منہ کھولا اور پھر بند کر لیا۔ فیاض اُسے گھور رہا تھا.... اس نے بوڑھے سے کہا۔ "بیٹھئے.... بیٹھئے....!"

"میں آپ کا مشکور ہوں جناب....!" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بے حد شکر گذار ہوں کہ آپ نے اسے ڈھونڈھ نکالا.... مگر ریٹا کہاں ہے۔"

اب عمران اس برافروختہ بوڑھے کی بجائے فیاض کو گھورے جا رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس وقت فیاض نے محض کارروائی شناخت کے لئے اسے وہاں بلایا تھا۔ ایک طرف اسے دفتر پہنچنے کو کہا اور دوسری طرف بوڑھے کو بھی فون کر کے یہاں طلب کر لیا۔

"کیا قصہ ہے....!" فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"سمجھوتہ کرا دو....!" عمران نے جھینپے ہوئے انداز میں آہستہ سے کہا۔

"یعنی تو یہ سچ ہے کہ ریٹا....!" فیاض نے آنکھیں نکالیں۔

"دل کے ہاتھوں مجبوری ہے سوپر فیاض....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "بالآخر مجھے بھی کہنا ہی پڑا کہ مجنوں نرا کلرک ہی نہیں تھا۔"

"تو تم اعتراف کرتے ہو....؟"

"بالکل بالکل....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم نے اُن لوگوں کو اپنا کوئی دوسرا نام بتایا تھا۔"

"وہ بھی ریٹا ہی کی جدت تھی.... بڑی خوش مزاج لڑکی ہے۔"

"میں کیا کر سکوں گا....!" فیاض نے لاپروائی سے کہا۔

"اتنے دنوں کی دوستی پر خاک ڈال دو گے۔ کیوں؟"

"ہاں.... اب کیا چاہتے ہو....!" فیاض نے بوڑھے کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

"ریٹا.... میری بیٹی.... میں اس کی واپسی چاہتا ہوں۔"

"کیا عمر ہے....!" فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"نابالغ نہیں ہے.... کم از کم چوبیس سال کی ہو گی۔"

"اگر اس نے تمہارے پاس آنے سے انکار کر دیا تو....؟" فیاض نے بوڑھے سے پوچھا۔

"میں اُسے گولی مار دوں گا۔"

"جناب والا....!" عمران نے بڑے ادب سے فیاض کو انگریزی میں مخاطب کیا۔ "یہ جملہ نوٹ کیا جائے.... آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہیں۔"

"ہاں ہاں۔ اگر اس نے تم جیسے فراڈ کے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کی تو میں اُسے یقینی طور پر گولی مار دوں گا۔"

"اچھا اگر ہم دونوں سمجھوتہ کر لیں تو....!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیسا سمجھوتہ....!" وہ مکا ہلا کر چیخا۔ "ریٹا کی واپسی کے علاوہ اور میں کسی بات پر رضا مند نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تو بڑی مصیبت ہے....!" عمران کراہا۔

"آپ کچھ کرتے کیوں نہیں....!" بوڑھے نے جھنجھلا کر فیاض سے کہا۔

"آپ ذرا دیر باہر تشریف رکھئے....!" فیاض نے اردلی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔

"اچھا.... اچھا.... لیکن اگر میری مرضی کے خلاف کچھ ہوا تو....!" وہ فیاض کو دھمکیاں

دیتا ہوا باہر چلا گیا۔

اُس کے چلے جانے کے بعد فیاض خاموشی سے عمران کو گھورتا رہا۔

"ہائے تم.... تو اس طرح گھور رہے ہو جیسے....؟"

"بے کار اڑنے کی کوشش نہ کرو....!" فیاض غرایا۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں....!"

"کیا وہ سچ مچ تمہارے ساتھ رہنے پر تیار ہے۔"

"میں اُسے گود میں اٹھا کر تو لے نہیں گیا تھا۔"

"لیکن مجھے تم دونوں کو حراست میں لینا پڑے گا.... اس کا فیصلہ عدالت ہی کر سکے گی کہ آئندہ کیا ہونا چاہئے۔"

"لیکن سوپر فیاض! یہ اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن پر رپورٹ درج کرانے کی بجائے تمہارے پاس کیوں دوڑا آیا اور تم براہِ راست اس سلسلے میں کیونکر اقدام کر سکتے ہو۔"

"وزارتِ خارجہ کے توسط سے یہ کیس میرے پاس آیا ہے۔ بوڑھا یہاں کا شہری نہیں.... مقامی فن مصوری کی اسٹڈی کرنے کے لئے یہاں عارضی طور پر مقیم ہے۔"

"بھلا کس سفارت خانے کے توسط سے یہ کیس وزارت خارجہ تک پہنچا ہوگا۔"

"معلوم کر لو.... وہاں تو تمہارا بڑا دخل ہے...." فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندی کا اظہار کیا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران نے کہا۔ "ظاہر ہے اس نے تمہیں میرا اور کوئی نام بتایا تھا پھر تم خاص طور پر مجھے ہی کیوں طلب کر بیٹھے۔"

"حلیہ بھی بتایا تھا اس نے....!" فیاض اسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"اور میرا حلیہ تمہیں ازبر ہے۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا۔ "یار سمجھوتہ کرا دو کسی طرح۔"

"وہ کہتا ہے کہ لڑکی اس کے حوالے کر دی جائے تو بات نہیں بڑھے گی۔"

"اچھی بات ہے!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا مطلب....!"

"اُسے میرے ساتھ بھیج دو۔"

"کیا ضمانت ہے کہ تم اسے دھوکا نہیں دو گے۔"

"ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔"

"میں فضول باتیں سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ابھی تمہیں مزید جواب دہی کرنی ہے۔ لنگونڈا اور فوہی کے قتل کے سلسلے میں بھی تمہارا ہی حلیہ سر فہرست ہے۔"

"حلیہ حسب ذیل بولتے ہیں....!" عمران نے تصحیح کی۔

"اچھی بات ہے....اس بار دیکھ لوں گا۔"

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھی بات ہے۔"

گھنٹی بجائی اردلی اندر آیا....اور اس نے اس سے کہا۔ "انسپکٹر زیدی کو اندر بھیج دو....!"

"کسی گھاگ کو بھیجو....وہ تو ابھی برخوردار ہے۔" عمران نے کہا۔

اردلی جا چکا تھا۔ فیاض لاپروائی سے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جوان العمر آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"انسپکٹر ان کے ساتھ جاؤ....!" اس نے کہا اور پھر کچھ کہتے کہتے رک کر عمران کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تم بھی باہر ٹھہرو....!"

"بہت بہتر جناب عالی....!" عمران نے کہا اور اٹھ کر باہر چلا آیا۔ بوڑھا برآمدے میں موجود تھا.... عمران کو دیکھ کر دانت پیسنے لگا اور بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح فوں فوں کرنے لگا.... عمران اس کی طرف متوجہ تک نہ ہوا....

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر زیدی کمرے سے نکلا اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "چلئے....!"

پھر بوڑھے کو بتانے لگا کہ وہ ان کے ساتھ جا کر لڑکی کو برآمد کرنے میں مدد دے گا۔

عمران اپنی گاڑی میں جا بیٹھا.... بوڑھا اپنی کار لایا تھا۔

"آپ بوڑھے ہی کے ساتھ تشریف رکھئے جناب....!" عمران نے انسپکٹر سے کہا۔

"جی نہیں....! مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ ہی کے ساتھ بیٹھوں....!"

"بسم اللہ....!"

حالانکہ وہ نہیں چاہتا کہ ایسا ہو.... اب اس کے ذہن میں کوئی اسکیم نہ تھی پہلے تو سوچا تھا کہ کسی طرح اس بوڑھے کو چنگل میں لے کر اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن فیاض بھی احمق تو تھا نہیں کہ ان دونوں کو تنہا جانے دیتا۔ ویسے بھی معاملہ براہ راست وزارت خارجہ کے دفتر سے اس تک آیا تھا اس لئے لڑکی کی بازیابی کی باقاعدہ [illegible] چلی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

"آپ کہاں چل رہے ہیں....!" انسپکٹر زیدی نے اس سے پوچھا۔

"کیا بوڑھے کی کار پیچھے آرہی ہے....!" عمران جواب دینے کی بجائے خود سوال کر بیٹھا۔

"ضرور آرہی ہوگی.... میں نے پوچھا کہ ہمیں کہاں جانا ہے۔"

"شاہ دارا....!"

"کیا....؟" انسپکٹر زیدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہ.... کیا کیپٹن فیاض نے نہیں بتایا۔"

"نہیں.... میں تو سمجھا تھا یہیں کہیں۔"

"تب تو فیاض ہی کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے اُن حضرت نے بھی مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ لڑکی کہاں ہے۔"

"واپس موڑیئے....!" زیدی جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "انہیں معلوم ہونا چاہئے"

"ناک میں دم ہے....!" عمران کراہا۔ "کاش پہلے معلوم ہوتا کہ لڑکیوں کو بھگا لے جانے کے بعد کیسی درگت بنتی ہے۔"

"آپ کو شرم آنی چاہئے۔"

"شرم کیا اب تو موت بھی آجائے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

انسپکٹر زیدی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا۔ عمران نے ٹرن لے کر گاڑی پھر اُسی راستے پر لگادی جس سے آیا تھا۔ بوڑھا بھی گالیاں بکتا ہوا اپنی گاڑی موڑنے لگا۔ ایک بار ان کے برابر پہنچ کر وہ اپنی گاڑی سے دہاڑا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"ہم پھر آفس جا رہے ہیں....!" انسپکٹر نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"آپ فضول بحث نہ کیجئے....!"

"میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے تم لوگوں نے....!"

"ہر خوبصورت لڑکی کے باپ کو تمہاری ہی طرح خبطی ہونا چاہئے۔" عمران بولا۔

"مجھے آپ کی ڈھٹائی پر حیرت ہے۔" انسپکٹر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے تو اب کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی۔"

وہ محکمہ سراغ رسانی کے دفتر کے سامنے آرکے.... انسپکٹر زیدی نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "چلئے....!"

لیکن عمران لاپروائی سے سر ہلا کر بولا۔ "آپ جلدی سے بتا کر واپس آ جایئے۔ میں بہت زیادہ بور ہو چکا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔" انسپکٹر زیدی نے کہا اور بوڑھے کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ "میں ابھی واپس آ رہا ہوں آپ دونوں ٹھہریئے۔"

وہ کمپاؤنڈ سے گذر کر عمارت میں چلا گیا۔ دفعتاً عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور تیزی سے گاڑی موڑ کر بھاگ نکلا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بوڑھا تعاقب میں ضرور آئے گا۔

کچھ دور چل کر گاڑی ایک ایسی سڑک پر ڈال دی جس پر ٹریفک زیادہ نہیں رہتا تھا۔ گاڑی کی رفتار بتدریج تیز ہوتی رہی۔

پھر اس نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک پش سوئچ دبایا.... ایک طرف ایک تختی سی سرکی اور ٹرانسمیٹر نمایاں ہو گیا۔ وہ اس کے ذریعہ اپنے ماتحت بلیک زیرو کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"میں اس وقت ریکسٹن روڈ پر مشرق کی جانب جا رہا ہوں۔ ایک سیاہ رنگ کی کار میری گاڑی کا تعاقب کر رہی ہے....!"

"میں خود آؤں....؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن دخل اندازی کی ضرورت نہیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس گاڑی کے پیچھے اور کوئی تو نہیں ہے۔"



اس کی کار تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ عقب نما آئینے میں کسی کار کی ہیڈ لائیٹس نظر آ رہی تھیں.... اس نے کئی بار زاویئے بدل کر دیکھنے کی کوشش کی کہ دوسری کار کے پیچھے کوئی تیسری گاڑی بھی ہے یا نہیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

کچھ دیر بعد ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "ہیلو.... ہیلو.... بلیک زیرو اسپیکنگ....!"

"ہیلو....!" عمران ایکس ٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں مشرق کی جانب جا رہا ہوں لیکن ابھی تک کوئی گاڑی نظر نہیں آئی سڑک سنسان ہے۔"

"چلے آؤ....!"

"مجھے کیا کرنا ہوگا....!"

"تمہاری یادداشت کمزور ہوگئی ہے کیا....!" عمران غرایا۔ "میں نے کہا تھا کہ مجھے اطلاع دو اس کالی گاڑی کے پیچھے کوئی اور گاڑی تو نہیں ہے۔"

"بہت بہتر جناب....!"

عمران خاموش ہوگیا۔ دوسری طرف سے بھی کوئی آواز نہ آئی۔ کار تیزی سے دوڑتی رہی.... کچھ دیر بعد پھر بلیک زیرو کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا۔ "میں نے کالی گاڑی کو دیکھ لیا ہے اس کے پیچھے کوئی دوسری گاڑی نہیں ہے۔"

"اپنی پشت پر بھی نظر رکھو....!" عمران نے کہا۔

"دیکھ چکا ہوں!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "دور دور تک کسی دوسری گاڑی کا پتہ نہیں۔"

"اچھا اب! اس گاڑی سے قریب ہونے کی کوشش کرو۔"

کچھ دیر بعد عمران نے اپنی گاڑی کی رفتار سست کردی.... ٹھیک اسی وقت بلیک زیرو کی بھی آواز آئی۔ "میں اس گاڑی سے آٹھ یا دس گز کے فاصلے پر ہوں۔"

"یہی فاصلہ قائم رکھو....!" عمران نے کہا۔

یہاں سڑک زیادہ چوڑی نہیں تھی یکایک عمران نے اپنی گاڑی ترچھی کرکے روک دی۔ پچھلی گاڑی بھی رک گئی اور اس سے ہارن کی آوازیں آنے لگیں۔ تیسری گاڑی جو اس کے پیچھے تھی وہ بھی رک گئی تھی۔

عمران اپنی گاڑی سے اترا۔ بلیک زیرو نے اسے اترتے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ بھی گاڑی سے اتر آیا۔

"یہ کیا ہے....؟" دوسری گاڑی سے نسوانی آواز آئی۔ "اپنی گاڑی ہٹاؤ....!"

جملہ انگریزی میں کہا گیا۔ عمران گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی یہ آواز کان میں پڑی "ارے باپ رے" کہہ کر اچھل پڑا۔

"گاڑی آگے بڑھاؤ.... کیا ہے.... کیا مطلب!" جھلائی ہوئی سی نسوانی آواز پھر آئی۔

عمران تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ گاڑی سے آواز آئی۔ "ارے تم ہو۔"

گاڑی کا دروازہ کھلا اور وہ جانی پہچانی لڑکی نہ صرف نیچے اتر آئی بلکہ عمران کا بازو بھی تھام لیا اب وہ تیزی سے بولے جا رہی تھی۔ "تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

[illegible] بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے [illegible] جا رہی تھی۔ "تم [illegible] ہو [illegible] جذبات کی قدر نہیں کر سکتے [illegible] آدمی ہو [illegible] مجھے [illegible] کر نکل بھاگے تھے۔ لیکن تم

مجھ سے نہیں بھاگ سکتے.... سمجھے۔"

"تت.... تمہارے پاپا کہاں گئے۔" عمران نے پوچھا۔

"پچھلی سیٹ پر بیہوش پڑے ہیں۔"

"بے ہوش....!"

"ہاں۔ میں کیسے گوارا کر لیتی کہ وہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں۔"

"تم کہاں تھیں....!"

"وہیں۔ آس پاس۔ جب میں نے دیکھا کہ تم بھاگ رہے ہو تو....؟"

بلیک زیرو کھکارا.... اور بات جہاں تہاں رہ گئی۔

عمران نے مخصوص انداز میں ہاتھ ہلائے اور بلیک زیرو چپ چاپ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

"میرے گھر چلو گی۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"ضرور چلوں گی۔"

عمران نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور اُس کی گاڑی میں جھانک کر دیکھا۔ کوئی پچھلی سیٹ پر پڑا تھا۔

دفعتاً ایک نیا خیال اسکے ذہن میں ابھرا.... کوئی اسطرح ایکس ٹو کو تو بے نقاب نہیں کرنا چاہتا۔

"تو پھر چلو....!" اُس نے کہا۔

"مگر پاپا....!" لڑکی نے کہا۔

"کیسے بے ہوش کیا تھا انہیں....!"

"کلوروفارم سنگھا کر....!"

"چلو انہیں بھی لے چلو تھوڑے تھوڑے وقفے سے کلوروفارم سنگھاتے رہیں گے۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا.... ساتھ ہی اُس نے جھرجھری سی لی۔ اس وقت موڈ کچھ اس قسم کا تھا جیسے عموماً اندھی چال چلتے وقت ہو جایا کرتا تھا۔

"چلو بیٹھو....!" عمران نے اُسے گاڑی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"شہر کی طرف موڑو.... میں اپنی گاڑی نکال لوں گا۔"

"تم پھر دھوکہ دو گے....؟"

"ہاں تمہیں فکر نہ ہو.... اوہ دیکھو کوئی شریف آدمی ہماری وجہ سے خواہ مخواہ مر رہا ہے۔"

ریٹا نے مڑ کر بلیک زیرو کی گاڑی کی طرف دیکھا اور جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ عمران نے

کسی نہ کسی طرح اپنی گاڑی آگے نکالی اور کچھ دور چلنے کے بعد بلیک زیرو کو مخاطب کیا۔

"ہیلو....! میں انہیں رانا پیلس لے جا رہا ہوں۔ سبھوں کو ہدایت کرو کہ رانا پیلس کی نگرانی کریں۔"

"بہت بہتر....!" دوسری طرف سے جواب آیا۔

اب وہ بہت تیز رفتاری سے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑی رانا پیلس کے پھاٹک پر رکی۔ چوکیدار نے پھاٹک کھولا۔

یکے بعد دیگرے دو گاڑیاں پھاٹک میں داخل ہوئیں اور پورچ میں جا کر رک گئیں۔

عمران نے اتر کر زیتا کی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ وہ اتری اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"بڑی شاندار عمارت ہے....!" اُس نے کہا۔

"وقت نہ برباد کرو.... پہلے یہ دیکھو کہ پاپا کو کلوروفارم کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"انہیں اندر کیسے لے جاؤ گے۔"

"ابھی ہو جاتا ہے۔" عمران نے کہا اور کار کا ہارن بجانے لگا۔ ایک ملازم عمارت سے باہر آیا۔ عمران نے اس سے دوسرے ملازمین کو بھی بلانے کو کہا۔

تھوڑی دیر بعد بوڑھا پچھلی نشست سے اتارا جا رہا تھا۔ چار ملازم اسے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے اندر لائے اور ڈرائنگ روم کے تین نشست والے صوفے پر ڈال دیا۔

"بیٹھو....!" عمران نے لڑکی سے کہا۔

وہ بیٹھ گئی.... اُس کے چہرے سے ذرہ برابر بھی بے اطمینانی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

"ٹھہرو....!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "میں تم لوگوں کیلئے کھانے کا انتظام کروں!"

"تمہارے سر پر کھانا کیوں اس بُری طرح سوار رہتا ہے۔"

"پھر بھی....!" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا اور ایک ملازم سے کہا کہ وہ لائبریری میں جوزف کو بھیج دے۔

جوزف آیا اور چھوٹتے ہی پوچھ بیٹھا کہ اُسے کب تک یہاں مقید رہنا پڑے گا۔

"ہائیں تو کیا تمہیں شراب نہیں ملی....!" عمران نے کہا۔

"نہیں باس....!" اس نے دردناک لہجے میں کہا۔ "آج یہاں صبح سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے.... کس سے کہوں، کس سے مانگوں۔ ٹائر صاحب بھی شائد یہاں نہیں ہیں۔"

بلیک زیرو یہاں اس عمارت میں طاہر صاحب کہلاتا تھا۔ ملازمین کا خیال تھا کہ وہ رانا تہور علی یعنی عمران کی طرف سے کوٹھی کا منتظم مقرر کیا گیا ہے۔

"اچھا.... ابھی مل جائے گی تم جلدی سے ایک کام کرو۔" عمران نے کہا اور سرگوشیوں میں اُسے کچھ سمجھانے لگا۔ کبھی جوزف کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آتے اور کبھی دانت نکل پڑتے.... بالآخر وہ سر ہلاتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

عمران پھر ڈرائنگ روم میں واپس آگیا۔ ریٹا خاموش بیٹھی تھی عمران کو دیکھتے ہی بولی۔

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو ڈیئر.... میں کھانا کھا چکی ہوں۔"

"تھوڑا اور سہی....!"

"نہیں! میں بہت خوش ہوں کہ دوبارہ تمہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"اس خوشی میں کب تک کھانا نہ کھاؤ گی۔"

"ہائیں.... یہ کیا لغویت ہے.... کھانا کھانا.... کیوں بور کر رہے ہو۔"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی.... عمران نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا.... اور ماؤتھ پیس میں بولنے لگا۔ "ہیلو.... ہاں.... میں ہی ہوں!" وہ انگریزی میں کسی سے مخاطب تھا۔ "ہیلو.... ہاں.... آجاؤ.... ٹھیک ہے۔ اس بار تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی.... قیمت بھی زیادہ نہیں ہے.... کتنی دیر میں پہنچو گے.... پانچ منٹ میں۔ ٹھیک ہے.... شکریہ....!"

اس نے ریسیور رکھ کر طویل انگڑائی لی اور ریٹا کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کون آرہا ہے....!" ریٹا نے پوچھا۔

"تم آرام سے بیٹھو....!"

"میں پوچھتی ہوں کون آرہا ہے۔"

"میرا ایک دوست....!"

"یہیں اسی کمرے میں ریسیو کرو گے؟ پاپا کو کہیں اور پہنچا دو تو بہتر ہے....!"

"رہنے دو.... اُسے کسی دوسرے کمرے میں ریسیو کرلوں گا.... مگر دیکھو تو انہیں کلوروفارم کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"تمہارے جانے کے بعد ایک بار پھر سنگھا چکی ہوں۔"

"کاش ہمارے ملک کی لڑکیاں بھی اسی طرح اپنے پاپوں کو کلوروفارم سنگھانے لگیں تو بہتیروں کی مشکل آسان ہو جائے گی۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو....؟" ریٹا نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

اتنے میں جوزف کمرے میں داخل ہوا.... اس نے نائجیریا کے باشندوں کا سا ڈھیلا ڈھالا چوغہ پہن رکھا تھا اور سر پر کامدار گول ٹوپی تھی۔

"آیئے.. آیئے.. جناب!" عمران اٹھ کر انگریزی میں بولا۔ "تشریف لایئے.. زہے نصیب...!"

جوزف ریٹا کو گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔

"یہی لڑکی ہے۔" عمران نے ریٹا کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہوں....!" جوزف اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "ہے تو اچھی خاصی۔ کیا قیمت لوگے؟"

"صرف پانچ سو روپے.... اور ساتھ میں بوڑھا مفت....!"

"بوڑھے کو میں کیا کروں گا۔" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بحیثیت غلام رہے گا۔"

"نہیں میں مرد نہیں خریدتا۔ عورتیں خریدنا میری ہوبی ہے۔"

"تم لوگ کیا بکواس کر رہے ہو....!" ریٹا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرا مقدر اچھا تھا کہ تم مفت ہاتھ آگئیں۔ بڑے اچھے پیسے بنالوں گا۔ یہ نائجیریا کی ایک ریاست کا والی ہے.... لڑکیاں خرید کرلے جاتا ہے.... اس طرح لے جائے گا تمہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ تم مطمئن رہو۔ نائجیریا بڑا حسین ملک ہے۔"



پہلی بار عمران نے لڑکی کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دیکھے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کررہی ہو۔ کبھی وہ عمران کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی بوڑھے کی طرف جس کے جسم میں حرکت پیدا ہوچکی تھی۔

"تت.... تم کیا بک رہے ہو....!" لڑکی ہکلائی۔

عمران نے اس طرف توجہ دیئے بغیر جوزف سے کہا۔ "یا امیر.... یہ لڑکی بہت شوخ اور نٹ کھٹ ہے۔ آہستہ آہستہ راہ پر آجائے گی۔"

جوزف نے بڑی فراخ دلی سے دانت نکال دیئے اور بولا۔ "راہ پر لانے کے لئے ہم چمڑے کا چابک استعمال کرتے ہیں.... اور اس برتن میں کھانے کو دیتے ہیں جس میں کتے کھاتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ تمہاری پچھلی لڑکیوں کی طرح یہ بھی جاندار ثابت ہوگی۔"

"یقیناً....یقیناً....!"عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو پھر سودا ہو گیا....؟"

"کیسا سودا....!"دفعتاً بوڑھا اچھل کر بیٹھ گیا۔

"دیکھو کتنا پھرتیلا ہے۔"عمران بولا۔"بہترین خدمت گار ثابت ہوگا۔"

"اوہ....!"بوڑھا چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔"میں کہاں ہوں۔"

پھر ریٹا پر نظر پڑتے ہی اس کی طرف جھپٹا۔

"اے....!"جوزف غرایا۔"پیچھے ہٹو....تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"تم کون ہو....!"بوڑھے نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو۔"جوزف کا لہجہ بے حد ڈراؤنا تھا۔

پھر بوڑھے نے عمران کی طرف دیکھا اور اچھل پڑا چند لمحے اُسے گھورتے رہنے کے بعد گھونسہ دکھا کر کہا۔"میں تمہیں خاک میں ملادوں گا۔"

"ڈیڈی....!"ریٹا روہانسی ہو کر بولی۔"اس نے ہم دونوں کو اس حبشی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔"

"لڑکی شامت آئی ہے۔"جوزف غرایا۔"ہمارے مرتبہ کا خیال رکھ....!"

"کیا یہ صحیح کہہ رہی ہے۔"بوڑھے نے عمران سے پوچھا۔

"بالکل....!"عمران سر ہلا کر بولا۔"ریٹا کے پانچ سو ملے ہیں اور تم مفت دیئے جا رہے ہو۔"

"میں پپ....پولیس کو مطلع کر دوں گا۔"بوڑھا دروازے کی طرف بڑھا لیکن دو ملازم راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

"میں تم سبھوں کو جہنم میں پہنچادوں گا۔"بوڑھا حلق پھاڑ کر دھاڑا اور عمران نے جوزف سے کہا۔"اس سے زیادہ نہیں چیخ سکتا۔ بس یہ آواز کا آخری حجم ہے۔"

"ہم اسے اپنے گدھوں اور اونٹوں کی نگرانی پر لگائیں گے۔"جوزف نے خوش ہو کر کہا۔

بوڑھا اور زیادہ چیخنے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"اے بوڑھے شور نہ مچاؤ۔"عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ جوزف بڑی شاندار ایکٹنگ کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس وقوعے پر بہت زیادہ متحیر ہو۔ دفعتاً دروازے کے قریب والے سوئچ بورڈ پر ایک ننھا سا سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا اور عمران نے جوزف سے کہا۔"آپ یہیں

تشریف رکھئے میں ابھی حاضر ہوا۔" جوزف نے سر ہلا کر گویا اُسے جانے کی اجازت دی۔ عمران عمارت کے اس مخصوص کمرے میں آیا جہاں سے لاسلکی پیغام رسانی ہوتی تھی۔ وہ بلب دراصل اسی لئے روشن ہوا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر کسی کا پیغام تھا۔

ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ کر عمران نے آواز کا حجم کسی قدر بڑھایا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "ہیلو.... ہیلو.... ہیلو.... ایکس ٹو پلیز....!"

"ہیلو.... ایکس ٹو اسپیکنگ....!" عمران نے ایکس ٹو کی مخصوص آواز میں کہا۔

"حالات بہتر ہیں.... عمارت کی نگرانی نہیں ہو رہی۔"

"اس کے باوجود تم نگرانی جاری رکھو گے۔" عمران نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔"

عمران پھر ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا۔ بوڑھا دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھا تھا اور جوزف کہہ رہا تھا۔ "تم کیسے گنوار ہو۔ قاعدے سے بیٹھو! یہ یورپ والے ہوتے ہی ہیں جنگلی....!"

"اور تم.... اور تم حبشی خبیث....!" بوڑھا اچھل کر بولا۔ "تم خود کو مہذب سمجھنے لگے ہو۔"

"ہم ہمیشہ سے مہذب رہے ہیں۔" جوزف نے تن کر کہا۔ "شکسپیئر کو لکھنا کس نے سکھایا تھا حبشیوں نے....!"

"تم جھوٹے ہو.... بکواس کر رہے ہو۔" بوڑھا مکا تان کر بولا۔

ریٹا خاموش تھی اور اس کے چہرے پر اب بیزاری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اُس نے عمران کی طرف دیکھا اور بُرا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

جوزف نے عمران سے کہا۔ "میں اس بد تمیز بوڑھے کو نہیں لوں گا۔ لڑکی کو لے جا رہا ہوں۔"

"دونوں جائیں گے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "صرف بوڑھا میرے کس کام کا.... اُسے کون خریدے گا.... لڑکی کے ساتھ تو کوئی بھی لے جائے گا۔"

"اے اے.... تم کیا کر رہے ہو....." بوڑھے نے دانت پیس کر عمران سے کہا۔

"میرا پیشہ یہی ہے بوڑھے آدمی.... خوانخواہ غصہ نہ کرو۔"

"ارے تمہارا دماغ خراب ہو گیا۔" بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا اور اسے کھانسیاں آنے لگیں۔

"کیوں پریشان کر رہے ہو۔" ریٹا منمنائی۔

"کیا یہ اس طرح بولتی ہے۔" جوزف نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"یہ ہر طرح بول سکتی ہے۔" عمران نے کہا۔ "جی خوش ہو جائے گا۔"

پھر عمران نے کسی نہ کسی طرح جوزف کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ بوڑھے کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ "مگر لے کیسے جاؤ گے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"کہیں یہ راستے میں شور نہ مچادیں۔"

"ارے بیہوش کر کے لے جاؤں گا۔" جوزف نے اپنے لبادے کے اندر سے ایک ہائپو ڈرمک سرنج نکالتے ہوئے کہا جس میں کوئی سیال مادہ بھرا ہوا تھا۔

"نہیں نہیں....!" ریٹا چیخنے لگی۔ بوڑھا بھی بُری طرح شور مچا رہا تھا۔

"تو تم نہیں چاہتیں کہ میں تمہیں اس حبشی کے ہاتھ فروخت کروں۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں نہیں۔"

"اچھا تو پھر بتاؤ کہ کس نے تمہیں میرے پیچھے لگایا ہے۔ اگر تم نے سچ سچ بتا دیا تو میں اپنے اس ارادے سے باز آجاؤں گا۔"

ریٹا بوڑھے کی طرف دیکھنے لگی اور بوڑھے نے آنکھیں نکالیں.... دفعتاً عمران غرایا۔ "اے تم اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لو۔"

"نہیں پھیروں گا....!" بوڑھے نے کٹکھنے انداز میں کہا۔

عمران نے گھنٹی کا بٹن دبایا دو ملازم اندر آئے۔ عمران نے اُن سے کہا۔ "بوڑھے کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔"

ملازم اسے دھکے دیتے ہوئے کمرے سے نکال لے گئے.... ریٹا کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خوف زدہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا.... اور تھوک نگل کر رہ گئی۔

"بولو....! میرے پاس وقت کم ہے۔" عمران نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا۔" ریٹا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پھر اُس کے لئے کام کیسے کرتی ہو۔"

"بس ہمیں احکامات مل جاتے ہیں۔ کافی بڑی تنخواہ ملتی ہے۔"

"تنخواہ کس طرح ملتی ہے۔"

"اپنے چیف کے ذریعے....!"

"اوہ.... تو وہ چیف کہاں ہے۔"

"یہ نہیں جانتی۔ ویسے کسی ہوٹل میں مقیم ہے۔ چینی ہے اور فوہی کہلاتا ہے۔"

"فوہی....!" عمران کی بھنویں سکڑ گئیں اور اس نے اس سے فوہی کا حلیہ بیان کیا جو مادام نشی کاکے ساتھ دیکھا گیا تھا۔

"ہاں یہ اُسی شخص کا حلیہ ہو سکتا ہے۔" ریٹا نے کہا۔

"داور کون ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی....!"

"اُس دیہی کوٹھی میں تم کیسے پہنچی تھیں....!"

"ہمارے آدمیوں میں سے ایک نے پہنچایا تھا۔"

"کیا یہ بوڑھا آدمی تمہارا باپ ہے۔"

"نہیں یہ میری ہی طرح ملازم ہے۔ لیکن وہ بھی شائد نہ بتا سکے کہ ہمارا باس کون ہے۔"

"مادام نشی کاکا کیا قصہ تھا۔"

"میں کسی مادام نشی کاکو نہیں جانتی تھی جو کچھ مجھے سکھایا گیا تھا میں نے دہرا دیا تھا۔"

"کیا خیال ہے۔ وہ عورت جسے تم نے مادام نشی کاکے نام سے متعارف کرایا تھا سچ مچ نشی کا ہی تھی یا اُس پر نشی کاکا میک اپ تھا۔"

"میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکوں گی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ فوہی قتل کر دیا گیا۔"

"قتل.... فوہی....!" اُس نے حیرت اور خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا "نہیں میں نہیں جانتی۔"

"یہ اُسی دن کی بات ہے جب تم مجھے لے بھاگی تھیں۔"

"اوہ میرے خدا یہ قتل و خون کیوں....؟"

"کیوں کیا تمہیں کسی بھلائی کی امید تھی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی؟" وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔ "میں تو یہ سمجھتی تھی کہ میں ایک بین الاقوامی اسمگلر کی ملازمہ ہوں۔"

"اوہو....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"میں کسی کی بھی نشاندہی نہ کر سکوں گی۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ تمہیں الجھائے رکھوں۔"

عمران نے پھر گھنٹی بجائی اور ایک ملازم کمرے میں آیا.... عمران نے اس سے کہا کہ بوڑھے کو اندر لائے کچھ دیر بعد بوڑھا آیا اور ریٹا کو خوں خوار نظروں سے گھورتا رہا۔

”تم بتاؤ.... وہ اسمگلر کون ہے....!“ عمران نے پوچھا۔

”پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہ لڑکی پاگل ہے.... کیا اُس نے تمہیں کوئی حیرت انگیز کہانی سنائی ہے۔ جاگتے میں بھی خواب دیکھتی رہتی ہے۔“

”بوڑھے.... میں بہت بے رحم ہوں۔“ عمران غرایا۔

”ہوا کرو.... مجھے کیا؟“ بوڑھے نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

”اس کی ہڈیاں توڑ دو....!“ عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف نے اپنا لبادہ اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔ پھر بڑھ کر بوڑھے کی کمر کو تھام لیا اور اُسے اپنے سر سے اونچا اٹھاتا ہوا بولا۔ ”کدھر پٹخوں باس....!“

بوڑھا حلق پھاڑنے لگا.... عمران جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا بلب پھر روشن ہو گیا۔ اس نے جوزف سے کہا۔ ”ابھی ٹھہرو“ اور اس کمرے کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ٹرانسمیٹر تھا۔



اس بار اُسے کوڈورڈ میں بلیک زیرو کا پیغام ملا جس نے کہا تھا۔ ”اس وقت پھاٹک کے قریب ایک دبلا پتلا اور لمبا آدمی دیکھا جا رہا ہے... ہو سکتا ہے... ہمارے پیغامات کسی اور نے بھی سنے ہوں... آپ نے گاڑی سے اپنے پیغامات میں عمارت کا نام بھی لیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے...؟“

عمران نے سوچا کسی نے ان کا تعاقب نہیں کیا تھا پھر یہاں پھاٹک پر کسی کی موجودگی اسی پر دلالت ہو سکتی ہے کہ ان کے پیغامات کسی اور نے سنے تھے.... اور یہ ناممکن بھی نہیں تھا۔ اس نے کوڈورڈز میں بلیک زیرو سے کہا کہ اُس آدمی کی نگرانی اس طرح کی جائے کہ اُسے اُس کا شبہ نہ ہو سکے۔

وہ پھر ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا جہاں جوزف آنکھیں اور دانت نکال نکال کر بوڑھے کو دھمکیاں دے رہا تھا اور ریٹا بری طرح کانپ رہی تھی۔

”کیا تم زبان نہیں کھولو گے۔“ عمران نے بوڑھے سے کہا۔

”میں نہیں جانتا کہ اس نامعقول لڑکی نے تم سے کیا کہہ دیا ہے۔“

عمران نے جو کچھ ریٹا سے معلوم کیا تھا دہرانے لگا۔ بوڑھا تمسخر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ

سنتا رہا اور عمران کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کوئی الجھی ہوئی داستان ہو گی۔ جاسوسی ناولیں پڑھ پڑھ کر اس نے اپنا دماغ خراب کر لیا ہے۔“

”تمہارے مکان میں میں نے ایک ایسی عورت دیکھی تھی جس کی کچھ دیر قبل لاش ملی تھی۔“

”کیا اب تم بھی خواب دیکھنے لگے.....! اس رات تمہاری موجودگی میں وہاں کوئی عورت نہیں آئی تھی۔ میرے یہاں کوئی کبھی نہیں آئی۔“

”ان دونوں کو لے جاؤ۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔ جوزف دانت نکال کر بوڑھے کی طرف جھپٹا۔ ریٹا نے روہانسی آواز میں پوچھا۔ ”کہاں لے جاؤ گے۔“

بوڑھا اب مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ جوزف نے بدقت اُسے قابو میں کیا اور وہ دونوں رانا پیلس کے ایک تہہ خانے میں پہنچا دیئے گئے۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے بلیک زیرو کو ٹرانس میٹر کے ذریعہ مخاطب کر کے کوڈ ورڈ میں پوچھا۔ ”اب کیا کیفیت ہے۔“

”وہ دبلا پتلا آدمی عمارت کے آس پاس منڈلا رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے اس پر نظر رکھو۔ جہاں جائے تعاقب کرو۔ اگر کسی عمارت میں داخل ہو تو عمارت کی بھی نگرانی کی جائے بہر حال وہ کسی طرح بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے۔“

”او کے چیف.....!“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

عمران نے ٹرانس میٹر کے پاس سے ہٹ کر ایک الماری کھولی..... یہاں کئی شولڈر ہولسٹر رکھے ہوئے تھے۔ ایک ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس نے جائزہ لیا اور دوبارہ ہولسٹر میں رکھ کر کوٹ اتارا اور ہولسٹر کے اسٹریپ شانے پر ڈال کر کوٹ پھر پہن لیا۔ ہولسٹر اس کی بائیں بغل کے نیچے چھپ کر رہ گیا تھا۔

کیپٹن فیاض کے شکاری کتوں سے بھی مڈ بھیڑ ہو جانے کے امکانات تھے اس لئے وہ بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔ اگر انسپکٹر زیدی کو جل دے کر نکل نہ آیا ہوتا تو خیر کوئی بات نہ تھی۔ اب تو فیاض نے شاید سارے تھانوں کو بھی باخبر کر دیا ہو۔ پتہ نہیں یہ بات سچ بھی تھی یا نہیں کہ اس بوڑھے کا کیس وزارت خارجہ کی وساطت سے اس تک پہنچا تھا۔

بہر حال روانگی سے پہلے عمران نے فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف فیاض ہی نے کال ریسیو کی تھی اور عمران کی آواز سن کر بھڑک اٹھا تھا۔

”کیپٹن فیاض!“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”میری یہ نصیحت غور سے سنو! ایسے مواقع پر

ہمیشہ مجھ سے دور رہنے کی کوشش کیا کرو جب مجھ پر کسی لڑکی کے اغواء کا الزام عائد کیا جا رہا ہو۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔ بہتر ہے کہ مجھ سے ملو..... ورنہ.....!"

"پھر کہتا ہوں کہ اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو.....!" عمران نے کہا۔

"بوڑھا کہاں ہے؟"

"میں نے تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے لئے فون نہیں کیا.....!"

"سنو تو سہی.....!"

"کہو..... میرے پاس وقت کم ہے۔" عمران نے کہا۔

"فوہی کا کوئی باضابطہ ریکارڈ نہیں مل سکا۔"

"نشی کا کے متعلق بھی کچھ معلوم ہو سکا۔"

"بس اسی قدر کہ وہ فوہی کے ساتھ اُن دنوں بہت زیادہ دیکھی گئی تھی۔"

"میرے لئے پرانی اطلاع ہے۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ باہر جا رہا تھا..... پھاٹک پر رک کر اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ جس مشتبہ آدمی کے متعلق ٹرانسمیٹر پر معلوم ہوا تھا کہیں نہ دکھائی دیا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر ایک جانب چل پڑا۔ پھاٹک پر رکتے وقت اُس نے خیال رکھا تھا کہ اس کا چہرہ روشنی ہی میں رہے اس بار وہ اس خیال کے تحت باہر نہیں نکلا تھا کہ خاموشی سے چھپ چھپا کر کام نکالے گا بلکہ وہ تو اپنے نادیدہ حریفوں اور کیپٹن فیاض دونوں کے لئے چیلنج بن کر نکلا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد یک بیک وہ سڑک چھوڑ کر ایک گلی میں داخل ہو گیا..... اور یہ گلی اسے رانا پیلس کے عقبی پارک تک لے آئی۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ عمران درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان رک گیا۔ نظر عمارت کی عقبی دیواروں پر تھی۔

دفعتاً تاروں کی چھاؤں میں ایک متحرک سایہ دکھائی دیا جو بڑی احتیاط سے عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران زمین پر تھا..... اور پھر وہ بھی کہنیوں کے بل کھسکتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا رہا تھا۔

اس طرح کچھ دور ہی پہنچا ہوگا کہ دفعتاً قیامت ٹوٹی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے ایک پوری فوج نے اس پر چھاپہ مارا ہو..... کوشش یہی کی گئی تھی کہ وہ ہاتھ پیر بھی نہ ہلا سکے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک آدمی کے حلق سے کریہہ سی چیخ نکلی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ دوسرے شائد اپنے

ساتھی کی چیخ سن کر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ بس پھر اُسے ان کی گرفت سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح ان پر ٹوٹا ہے تو پھر شاید ہی کوئی ایسا بچا ہو جس نے جسم کے کسی نہ کسی حصے پر گہری چوٹ نہ کھائی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھاگ نکلے اور پھر عمران زمین سے چپک کر رہ گیا۔ ان حملہ آوروں کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اُسے پکڑ لے جانا چاہتے ہوں....!

آخر کیوں؟ عمران واپسی کے لئے رینگتا ہوا سوچ رہا تھا.... کوئی نامعلوم گروہ اسے اس کی مصروفیات سے باز رکھنا چاہتا تھا.... آخر کیوں؟

وہ اب بھی مطمئن نہیں تھا۔ شولڈر ہولسٹر سے ریوالور نکال کر وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ اُسے اپنے ماتحت یاد آئے جنہوں نے عقبی پارک کی طرف آنے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ اس نے سوچا بعض اوقات یہ لوگ بھی گدھے ہو کر رہ جاتے ہیں اسے وہ حملہ آور یاد آیا جو چیخ کر دور جا گرا تھا۔ اس نے سوچا وہ یقینی طور پر بیہوش ہو گیا ہوگا۔

پھر اب کیا کیا جائے۔ اسے یہاں سے لے جانے کے لئے یقینی طور پر اٹھانا پڑے گا۔ پہلے تو اس نے یہی کوشش کی کہ لیٹے ہی لیٹے اُسے بھی اپنی پشت پر لادے لیکن ممکن نہ ہوا۔ کیونکہ داہنا بازو بُری طرح دکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل کی جدوجہد میں غالبًا چوٹ آئی تھی۔

بالآخر اُسے اٹھنا ہی پڑا۔ کسی نہ کسی طرح بیہوش آدمی کو پشت پر لاد کر عمارت کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر رانا پیلس کے ڈرائینگ روم میں نظر آیا۔ بیہوش آدمی صوفے پر پڑا ہوا تھا اور ابھی تک اُسے ہوش نہیں آیا تھا۔ عمران اس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔ وہ صورت سے مہذب معلوم ہوتا تھا۔ خدوخال کی بناوٹ کے اعتبار سے رحم دل بھی ہو سکتا تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

رانا پیلس کے ایک ملازم نے جو فی الحقیقت ایک سند یافتہ ڈاکٹر تھا اسے کسی قسم کا انجکشن دیا اور کچھ دیر بعد اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف نظر دوڑانے کی کوشش کی اور پھر اٹھ بیٹھا۔

عمران خاموشی سے اس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔ بڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری رہا۔ پھر عمران نے اُسکے کھکارنے کی آواز سنی اسکی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"کیا تم ایک پیگ لینا پسند کرو گے؟" عمران نے بڑے نرم لہجہ میں پوچھا۔

"اوہ.... جج.... جی ہاں.... مم.... مگر....!"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تھکان بڑھ جائے گی۔"

پھر اس نے ایک ملازم سے شراب لانے کو کہا۔ اس دوران میں وہ اس سے اس کی طبیعت کے متعلق ہی استفسار کرتا رہا.... شراب آئی اور اس آدمی کی طرف بڑھادی گئی اور عمران اُس سے بے تعلق سا نظر آنے لگا۔ گلاس خالی کر کے اُس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں کہاں ہوں۔"

"ان لوگوں کے درمیان تو ہرگز نہیں ہو سکتے جن کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔"

"اوہ....!" اُس کی آنکھوں سے پھر خوف جھانکنے لگا۔

عمران خاموشی سے اس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔

"پھر اب میرا کیا ہوگا؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"شادی ہو چکی ہے؟"

"نہیں....!"

"اگر پسند کرو تو شادی کرادی جائے۔"

اس کی ہنسی سے بھی خوف مترشح تھا.... عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں وہی آدمی ہوں جسے تم لوگ گھیرے رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔"

وہ اچھل پڑا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے جسم میں رعشہ پڑ گیا ہو۔

"مم.... میں مجبور تھا.... جو کچھ کہا جاتا ہے کرنا پڑتا ہے۔"

"کون کہتا ہے....؟"

"ہمیں داور نامی ایک آدمی سے احکامات ملتے ہیں۔"

"مجھے کیوں گھیرا جارہا ہے۔"

"صرف کل نو بجے تک آپ کو الجھائے رکھا جائے گا۔"

"کیوں....؟"

"وہ چاہتے ہیں کہ کوئی آدمی کل نو بجے والے جہاز سے روانہ ہو جائے اور آپ اس تک نہ پہنچ سکیں.... اس کے بعد آپ کی طرف سے قطعی طور پر توجہ ہٹالی جائے گی۔"



عمران اُسے گھورتا رہا.... وہ خاموش ہو کر ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا "لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ آدمی ہے کون۔"

"نو بجے صبح.... کل نو بجے صبح....!" عمران بڑبڑاتا ہوا فون کی طرف بڑھا.... ایئرپورٹ کی انکوائری کے نمبر ڈائیل کئے اور صبح نو بجے والی فلائٹ کے متعلق پوچھا جواب میں کہا گیا کہ فلائٹ لندن کے لئے ہے۔ ریسیور رکھ کر وہ پھر اُس آدمی کی طرف مڑا۔

"تم کہاں رہتے ہو۔"

"اگر آپ میرے بارے میں تفصیل معلوم کئے بغیر چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔"

"چلو میں تمہارے متعلق تم سے کچھ نہ پوچھوں گا.... لیکن اتنا تو بتا ہی دو کہ اُن لوگوں کے لئے کب سے کام کر رہے ہو۔"

"زیادہ دن نہیں ہوئے پیسوں کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

"مثال کے طور پر....؟"

"آپ اپنا ہی معاملہ لے لیجئے....!"

"تو تم صرف میرے لئے ملازم رکھے گئے تھے۔"

"جی نہیں! پہلے دوسرے کام کرتا رہا ہوں۔"

"مثلاً....!"

"میرے ذمہ زیادہ تر لوگوں کی نگرانی کا کام ہے۔"

"کس قسم کے لوگوں کی نگرانی۔"

"مجھے صرف اُن کی نقل و حرکت کی رپورٹنگ کرنی ہوتی ہے۔ میں یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا کہ وہ کون ہیں۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اس کے علاوہ اور کیا کرتے ہو۔"

"ایک چھوٹی سی دوکان کا مالک ہوں۔"

"کیا بیچتے ہو....!"

"اسٹیشنری....!"

"ان لوگوں سے کیسے ملاقات ہوگئی تھی۔"

"یہ نہ پوچھئے....!"

"اچھی بات ہے....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اٹھ کر اس کمرے میں آیا جہاں ٹرانسمیٹر تھا۔ کچھ دیر بعد بلیک زیرو سے رابطہ قائم ہو سکا جس نے بتایا کہ خاور اور صفدر اُس دبلے پتلے آدمی کا تعاقب کر رہے ہیں۔

"اُسے جہنم میں جھونکو....!" عمران نے کوڈ ورڈ میں کہا۔ "کل صبح نو بجے والی فلائٹ کے مسافروں کی نہ صرف لسٹ مہیا کرو بلکہ اُن کے متعلق معلومات بھی فراہم کرو۔ اس کام کے لئے صرف دو گھنٹے کا وقت دیا جا سکتا ہے۔"

وہ پھر ڈرائنگ روم میں واپس آیا۔ قیدی مضطرب نظر آرہا تھا۔ عمران اُس کے سامنے والی کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"پھر جناب میرے لئے کیا حکم ہے۔" اس نے پوچھا۔

"کیا تم میں سے ہر ایک کو میرے گھیرے جانے کی وجہ کا علم ہے؟"

"پتہ نہیں۔"

"تمہیں کیسے علم ہوا تھا؟"

"داور نے ایک بوڑھے یوروپین کو وجہ بتائی تھی میں موجود تھا۔ داور سمجھتا ہے کہ میں انگریزی سے نابلد ہوں.... میں ظاہر بھی یہی کرتا ہوں....؟"

"کیوں ظاہر کرتے ہو....!"

"شائد اسی طرح معلوم کر سکوں کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

"تم نہیں جانتے؟"

"نہیں جناب۔"

"پھر ان کا ساتھ چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"وہ پیسے جو معمولی محنت سے ہاتھ آئیں کیسے چھوڑے جا سکتے ہیں۔"

"خصوصاً اس وقت کی محنت تو معمولی سے بھی کمترین تھی....!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ....!"

"اکثر بے خودی میں ایسا بھی ہو جاتا ہے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میں یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں.... اور وہ کیوں نہیں چاہتے کہ آپ کسی آدمی سے نہ مل سکیں۔"

عمران نے ایک ملازم سے جوزف کو بلوایا اور اس سے کہا کہ اسے بھی وہیں پہنچا دے جہاں وہ دونوں قیدی ہیں۔

"رحم کیجئے جناب.... میں عرض کر رہا ہوں.... سنئے تو.... میری بھی سن لیجئے۔" وہ کہتا رہا اور جوزف اُسے دھکے دیتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکال لے گیا۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر ٹرانسمیٹر والے کمرے میں آیا... بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ دیر مزید انتظار کے بعد وہ اس کمرے سے نکل کر بیرونی برآمدے میں آیا۔

یہاں جوزف تنہا کھڑا اندھیرے میں گھور رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اس طرح آنکھیں میچ لیتا جیسے وہ گرد و غبار کے ریلے کی زد پر آ گئی ہوں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے شب تار کے بچے....!" عمران نے پوچھا اور جوزف اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے سر پر لٹھ رسید کر دیا ہو۔ پھر وہ کھسیانے انداز میں ہنس کر بولا۔ "کچھ نہیں باس جب آنکھیں بند کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے کئی بوتلیں ایک پیٹرن سا بنا کر ناچ رہی ہوں۔"

"کیا اب تم جھوٹ بھی بولنے لگے ہو....!" عمران نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"نہیں تو باس.... کیوں؟"

"تم کہہ رہے تھے کہ تمہیں شراب نہیں ملی۔ یہاں ہے ہی نہیں۔ ابھی میں نے تیسرے قیدی کے لئے برانڈی منگوائی تھی.... راشد لایا تھا۔"

"اوہ راشد....!" جوزف مٹھیاں بھینچ کر غرایا۔ "وہ گدھے کا بچہ.... مجھے بچہ سمجھتا ہے۔"

"کیوں....؟"

"میں نے مانگی تھی کہنے لگا صرف طبی ضروریات کے لئے تھوڑی سی پڑی ہے۔ پینے کے لئے نہ مل سکے گی۔ جوزف کے لئے بھی تو وہ طبی ضرورت ہی ہے۔"

"ابھی ان بدبختوں نے اتنی طب نہیں پڑھی۔"

"پھر میں کیا کروں باس....!"

"تھرا چلے گی....!" عمران نے پوچھا۔

"میں وہائٹ ہارس کے مقابلے میں اُسے گریٹ ڈنکی کہتا ہوں... ضرور چلے گی باس....!"

"ابھی منگوائے دیتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تیسرے قیدی کو دیکھ کر ان کی کیا کیفیت ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے باس وہ بھی پیتے ہیں۔ ابھی تھوڑی سی پلا دو سب کچھ اگل دیں گے۔"

"اندر جاؤ۔ تہہ خانے کے راستے کی نگرانی خود کرو گے.... سمجھے۔"

"مگر میں تو مٹی کا ڈھیر ہو رہا ہوں باس۔ پٹرول کے بغیر گاڑی نہیں چلتی۔"

"کہہ چکا ہوں ابھی منگوا دوں گا۔" عمران غرایا۔ "اندر جاؤ۔"

اتنے میں ایک ملازم نے اطلاع دی کہ ڈرائینگ روم کے سوئچ بورڈ پر سرخ بلب روشن ہو گیا ہے۔ عمران تیزی سے ٹرانس میٹر والے کمرے کی طرف آیا۔

دوسری طرف سے بلیک زیرو پے در پے "ہیلو" کہے جا رہا تھا.... عمران کے جواب پر کوڈ ورڈ میں بولا۔

"وہ تعاقب کرنے والوں کو جھکائی دے کر لاپتہ ہو گیا۔"

"کوئی اچھی خبر بھی سناؤ۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مسافروں کی لسٹ حاصل کر لی گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اُن کے متعلق رپورٹ بھی مل جائے گی۔"

عمران کچھ دیر وہیں کھڑا خیالات میں گم رہا.... پھر باہر آ کر جوزف کو طلب کیا۔

"تیسرے قیدی کو لاؤ....!" اُس نے اُس سے کہا۔

"باس تین ہی تو ہیں ہر قیدی تیسرا ہو سکتا ہے۔"

"اچھا....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "اب مجھے منطق پڑھائے گا۔"

"کیا کروں باس ابھی تک نہیں ملی....!" وہ جماہی لے کر بولا۔ "تم خود ہی بتاؤ میں آدمیوں کی طرح کیسے سوچ سکتا ہوں۔"

"اُس قیدی کو لاؤ جسے بعد میں لے گئے تھے۔"

"میں تہہ خانے میں نہیں جاؤں گا۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیوں....؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہے....؟"

"اچھا تو پھر....!"

"تو گویا یہ کوئی بات ہی نہیں ہے۔" جوزف روہانسا ہو کر بولا۔

"اچھا تو ہی بتا کیا خاص بات ہے میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔"

"کوئی عورت تمہیں دیکھ کر مسکرائے تو تم کیا سمجھو گے باس....!"

"خود کو سکندرِ اعظم سمجھنے لگوں گا۔"

"میں مجبور ہوں باس۔!" جوزف نے غصیلی آواز میں کہا۔

"تو اُس کی طرف دیکھتا ہی کیوں ہے۔"

"کیوں نہ دیکھوں۔ کیا اُس کتیا کی بچی سے ڈرتا ہوں۔"

"جوزف.... اُسے یہاں لاؤ.... ورنہ تیرا جبڑا توڑ دوں گا۔" عمران مکا تان کر بولا۔

"زبردستی کی بات دوسری ہے۔" جوزف بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ تیسرے قیدی کو دھکیلتا ہوا وہاں لایا۔ شائد سارا غصہ اسی پر اتارا تھا کیونکہ وہ بے حد سہا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"تم نے پہچانا اُس بوڑھے کو وہی ہے نا جس سے داور نے میرے متعلق گفتگو کی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"ج.... جی ہاں وہی ہے۔"

"اور وہ بھی تم سے اچھی طرح واقف ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مجھے دیکھ کر اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا تھا۔ بالکل اجنبیوں کے سے انداز میں دیکھا تھا میری طرف....!"

"اس لڑکی کو جانتے ہو۔"

"جی نہیں....!"

"تو یہ بوڑھا.... داور سے واقف ہے۔"

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ داور اُسے سب کچھ بتا دیتا ہے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے خاور بول رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "جولیا غائب ہے.... پڑوسیوں کا بیان ہے کہ اُسے زبردستی لے جایا گیا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں....!" عمران نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتا مجھے ایکس ٹو سے یہی ہدایت ملی تھی کہ اس نمبر پر رنگ کر کے آپکو اطلاع دوں۔"

"مل گئی اطلاع....!" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔



وہ سوچ رہا تھا۔ یہ بھی اسی لئے ہوا ہے کہ میں اس عمارت سے باہر قدم نکالوں اس حملے کی ناکامی کے بعد انہوں نے یہ قدم اٹھایا۔

"اُسے لے جاؤ....." عمران نے جوزف سے کہا اور وہ پھر اس قیدی کو دھکیلتا ہوا باہر نکال لے گیا۔ اس بار عمران بھی دروازے تک آیا اور جوزف کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا۔ "اب کے اس بوڑھے کو لانا۔"

فون کی گھنٹی پھر بجی اور دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "جولیا آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے.... اس نے ایکس ٹو کے نمبر پر رنگ کیا تھا میں نے اسے رانا پیلس کا نمبر دے دیا ہے۔"

"کیا تم نے اس سے بحیثیت ایکس ٹو گفتگو کی تھی۔"

"جی ہاں وہ دراصل آپ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ میرا مطلب ہے عمران کی حیثیت سے میں نے بتادیا کہ آپ کس نمبر پر مل سکیں گے۔"

عمران نے 'اچھا' کہہ کر ڈس کنکٹ کر دیا۔ جوزف بوڑھے کا ہاتھ پکڑے گھسیٹتا ہوا ڈرائینگ روم کی طرف لا رہا تھا۔

اندر پہنچتے ہی بوڑھا چیخنے لگا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے..... کیوں ہو رہا ہے۔ کیا اس ملک میں شریفوں کی عزت محفوظ نہیں ہے۔"

"شریفوں کی عزت تو بے حد محفوظ ہے۔ تم صرف اپنی بات کرو۔"

"کیا مطلب....؟"

"داور کہاں مل سکے گا؟"

"کون داور..... میں نہیں جانتا کہ تم کس کی بات کر رہے ہو۔"

فون کی گھنٹی بجی.... اور عمران نے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو"

دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔ "عمران مجھے چند نامعلوم لوگ پکڑ لائے ہیں۔"

"بڑے خوش قسمت ہیں۔" عمران چہک کر بولا۔ "اب وہ نامعلوم نہ رہیں گے۔ خاصی شہرت ہوگی اس حادثے کی۔"

"سنجیدگی سے گفتگو کرو۔"

"ہوں؟ کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"تم نے ان کے دو آدمی پکڑ لئے ہیں۔ میری رہائی ان کی رہائی پر منحصر ہے۔"

"اگر تمہیں رہائی نصیب نہ ہوگی تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔"

"میں کہہ رہی ہوں سنجیدگی سے گفتگو کرو۔" جولیا کی آواز غصیلی تھی۔

"ان سے کہو کہ وہ چار دن تمہیں رہا نہ کریں....!"

"کیا بک رہے ہو....!"

"یہی مناسب ہے۔ میں نے جن آدمیوں کو پکڑا ہے کام کے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی بھی ہے۔"

"اوہ.... میری بات کیوں نہیں سنتے۔"

"تھوڑی دیر بعد پھر رنگ کرنا۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ پھر بوڑھے کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے کیوں گھیرا جا رہا ہے۔"

"تم پتہ نہیں کیسی اُوٹ پٹانگ باتیں پوچھ رہے ہو۔ میں کیا جواب دے سکتا ہوں۔"

"بوڑھے میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔"

"پولیس پولیس....!" وہ خوفزدہ انداز میں چیخنے لگا۔

"ایک نہیں چلے گی۔ میں دیکھوں گا کہ تمہارے آدمی تمہیں یہاں سے کیسے نکال لے جاتے ہیں۔"

"میرے آدمی۔ میرے آدمی۔ اگر کوئی ہمدرد ہوتا تو تم ایسی حرکت کر ہی نہ سکتے۔ آخر چاہتے کیا ہو۔ میں اپنی لڑکی سے دستبردار ہونا پسند نہیں کروں گا۔ اس کی شادی بھی کسی ہم قوم ہی سے ہوگی۔"

"تم سن رہے ہو۔ بھوتوں کے دیوتا....؟" عمران نے جوزف سے پوچھا۔

"ہاں باس....!"

"یہ اپنی لڑکی کی شادی کسی ہم قوم سے کرے گا۔"

"بڑی اچھی بات ہے باس۔"

"پھر تیرا کیا ہوگا۔"

"بب.... باس....!" اس نے حیرت سے منہ کھول دیا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔"

"کس بات کا باس....!"

"کہ تجھے بھی اس کا ہم قوم بنا کر رکھ دوں....!"

"ہرگز نہیں باس۔ میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ کسی یورپین کو منہ لگاؤں۔ یہ پکے سور ہوتے ہیں۔"

"عورت صرف عورت ہوتی ہے۔ نہ وہ یورپین ہے نہ ایشیائی نہ افریقی نہ امریکی.... نہ گورداسپوری۔"

"کیا واقعی....!" جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

"اور کیا....؟"

جوزف نے اُسی طرح متحیرانہ انداز میں بوڑھے کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔ "یہ عورت ہے؟"

"تم لوگ میرا مضحکہ اڑا رہے ہو...." بوڑھا پیر پٹخ کر چیخا۔

"جوزف اسے اٹھا کر پٹخ دو اور اس وقت تک مارتے رہو جب تک کہ بالکل مر نہ جائے۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور آستین سمیٹتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا اور بوڑھا پیچھے ہٹتا ہوا بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔ "دیکھو.... دیکھو.... اچھا نہ ہوگا.... اگر مجھے ہاتھ بھی لگایا.... پیچھے ہٹو.... پیچھے ہٹو....!"

لیکن جوزف نے بالآخر اس کی گردن پکڑ ہی لی.... اور اسے گرا کر چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ پتلون کی جیب سے چاقو نکالا.... اور اس کے کھلنے کی کڑکڑاہٹ کمرے میں گونج کر رہ گئی۔

"نہیں نہیں....!" بوڑھا ہذیانی انداز میں چیخا۔

"پہلے دونوں کان کاٹ دو۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو....!" بوڑھا گھگھیانے لگا۔ "مجھے مت مارو.... میں بتادوں گا تم جو کچھ پوچھو گے"

"اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" جوزف غرایا۔

"ارے بچاؤ.... بچاؤ....!"

جوزف نے چاقو کی نوک گردن پر رکھ دی تھی۔

"ارے بتادوں گا.... بتادوں گا....!" وہ بُری طرح بلبلانے لگا تھا۔

"جوزف چھوڑ دے....!" عمران نے کہا۔

"مشکل ہے باس۔ اب میرے سر پر خون سوار ہو چکا ہے.... شکار کے لئے چھوڑا ہوا باز شکار کئے بغیر واپس نہیں آتا۔"

”ارے خدا کے لئے مجھے بچاؤ.....!“ بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا۔

عمران نے جوزف کی گردن دبوچی اور اُسے اس پر سے اٹھا دیا۔

”بب.... باس....!“

”پیچھے ہٹو.....!“ عمران نے اُسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

بوڑھا اٹھ بیٹھا تھا اور دونوں ہاتھوں سے کمر دبائے کراہ رہا تھا۔ عمران اُس کی طرف مڑ کر خاموشی سے دیکھتا رہا جیسے ہی بوڑھے نے سر اٹھایا اس نے پوچھا۔ ”کل نو بجے والی فلائٹ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔“

”سب کچھ.... ارے سب کچھ بتا دوں گا.... پانی.... حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔“

”پانی....!“ عمران نے جوزف سے کہا۔

”ارے نہیں.... اس کے ہاتھ کا پانی ہرگز نہ پیوں گا۔ زہر ڈال دے گا۔“

”باسٹرڈ.....!“ جوزف غرایا۔ ”ویسے ہی تیری گردن مروڑ سکتا ہوں.... سفید مور۔“

”کسی اور سے پانی لانے کو کہو۔“ عمران نے کہا۔

بوڑھا دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد پانی کا گلاس آیا جسے وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔ پھر کچھ دیر بعد تھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”پوچھو.... کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“

”نو بجے والی فلائٹ کے بارے میں بتاؤ۔“

”کربی فوسٹر نامی کوئی آدمی ہے.... ہم سے کہا گیا تھا کہ تمہیں اُسی وقت تک الجھائے رکھا جائے جب تک وہ یہاں سے چلا نہ جائے۔ مقصد کا علم کسی کو بھی نہیں۔“

”داور کہاں مل سکے گا۔“

”میں نہیں جانتا کوئی بھی نہ جانتا ہوگا۔“

”تم اُس کے لئے کیا کرتے ہو؟“

”تحقیقی کام....!“

”کیا مطلب....؟“

”آج کل مغل آرٹ پر ریسرچ کر رہا ہوں۔“

”ہوں!“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”اور یہ لڑکی۔“

”مجھے مدد دیتی ہے۔ میری لڑکی نہیں ہے۔“

”لیکن تم نے داور کا آلہ کار بننا کیوں پسند کیا؟ میرا خیال ہے کہ تم اپنے ملک کے ہائی کمیشن

کے توسط سے یہاں آئے تھے۔"

"داور میرا دوست ہے۔"

"کتنی پرانی دوستی ہے۔"

"بہت پرانی....!"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارا ہم قوم ہے؟"

"ہونہہ.... وہ چینی ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں پر اس طرح قادر ہے کہ اہل زبان کا دھوکا ہوتا ہے۔ اگر وہ تمہاری زبان بولنا شروع کرے تو تم قطعی یہی سمجھو گے کہ وہ تمہارے ہی ملک کا باشندہ ہے۔ چینی خدوخال تمہیں محض اتفاق معلوم ہوں گے۔"

"اس کا ذریعہ معاش کیا ہے۔"

"میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔ ضرورت بھی کیا ہے.... ویسے وہ ایک علم دوست آدمی ہے فنکاروں کی ہر طرح مدد کرتا ہے۔ اس مالی امداد ہی کی بناء پر میں اپنا کام چلا رہا ہوں۔"

"لیکن اس کی جائے رہائش سے واقف نہیں ہو۔"

"نہیں۔"

"اس کربی فوسٹر کے متعلق بھی کچھ بتاؤ۔"

"میرے لئے صرف یہ ایک نام ہے.... میں اس کی شخصیت سے واقف نہیں ہوں۔ اُس کا پتہ بھی نہیں جانتا۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی.... اس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے پھر جولیا کی آواز آئی۔ "عمران یہ لوگ تشدد کی دھمکی دے رہے تھے۔"

"کون لوگ....؟"

"جنہوں نے مجھے....!"

"اچھا اچھا! ٹھیک ہے۔ لیکن اس تبادلے کی صورت کیا ہوگی۔"

"وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے قیدیوں کو ایک بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا دو۔ میں بھی تم کو وہیں مل جاؤں گی۔"

"ملویانہ ملو کیا میں تمہارا اچار ڈالوں گا۔ اُن سے جگہ کے متعلق پوچھ کر مجھے بتاؤ.... اور سنو اگر اس فون کا نمبر بھی مجھے بتا سکو تو؟"

"ہولڈ آن کرو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ عمران ریسیور کان سے لگائے پلکیں جھپکاتا رہا۔ دفعتاً اُس نے جولیا کی چیخ سنی.... اور سلسلہ دوسری طرف سے منقطع ہوگیا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔



اُسے یقین تھا کہ اس کی ہدایت پر جولیا نے جھک کر فون کا نمبر دیکھنے کی کوشش کی ہوگی اور کسی نے اس کی گردن دبوچ کر پیچھے کھینچ لیا ہوگا۔ یہ چیخ کچھ اسی قسم کی تھی۔ اُس نے بوڑھے غیرملکی کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔

"اسے لے جاؤ....!" عمران نے جوزف سے کہا۔ "اب لڑکی کو لاؤ۔"

جوزف اُسے کسی بھیڑ یا بکری کی طرح کمرے سے ہانک لے گیا اور تھوڑی دیر بعد لڑکی سمیت دوبارہ اندر داخل ہوا۔ لڑکی نے چھوٹتے ہی عمران پر برسنا شروع کر دیا۔ خوب خوب چیخی اور عمران اس طرح سر جھکائے سنتا رہا جیسے کوئی زن مرید شوہر خونخوار قسم کی بیوی کی حضور میں "سر تسلیم خم ہے" کی تفسیر بن کر رہ گیا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی پھر بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف صفدر تھا۔ اس نے کہا کہ اُس کے پاس نو بجے والی فلائٹ کے مسافروں کی فہرست اور اُن کے پتے موجود ہیں۔

"تم صرف کربی فوسٹر کے متعلق بتاؤ....!" عمران نے کہا۔

"کربی فوسٹر.... جی ہاں اُس کا نام موجود ہے.... برازیل کے سفارتخانے کا پریس اتاشی ہے.... وہ برازیل واپس جا رہا ہے.... خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زبردستی بھیجا جا رہا ہے۔ لیکن اس میں ہماری حکومت کا ہاتھ نہیں یہ زبردستی سفارتخانے ہی کی طرف سے کی جا رہی ہے۔"

"کہاں رہتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"سفارت خانے ہی سے ملحقہ ایک عمارت میں۔"

"میرا خیال ہے کہ کچھ نامعلوم آدمی اس عمارت کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔"

"آس پاس پانچ آدمی نظر آئے تھے۔ لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اُس کے نگران ہی ہوں گے۔"

"دوبارہ چھان بین کر کے تصدیق کر سکتے ہو.... یہی کرو اور مجھے اطلاع دو۔"

ریٹا اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہام..... اب تم بتاؤ۔" عمران اُس کی طرف مڑا۔

"مم..... میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ ہکلائی۔

"اس کی بیٹی ہو.....؟"

"سس..... سیکریٹری.....!" لڑکی روہانسی آواز میں بولی۔ "اس نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا کرتی رہی تھی۔"

"مقصد.....!"

"یقین کرو..... مجھے مقصد نہیں معلوم ہو سکا۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تمہارے ذمہ کون سے کام ہیں۔"

"تحقیقی کاموں میں مدد دینا۔"

"داور کیسا آدمی ہے..... اُس کا حلیہ بتاؤ۔"

"میں نے کبھی دیکھا نہیں صرف نام سنتی ہوں۔"

"کیا وہ حقیقتاً چینی ہے۔"

"نہیں میں اس کی قومیت کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی۔"

"پہلے تو تم نے کچھ اس قسم کا بیان دیا تھا جیسے داور سے اچھی طرح واقف ہو۔"

"صرف اس حد تک کہ وہ بوڑھے کا دوست ہے..... اور بوڑھا اکثر اس کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ اُسی نے مجھ سے بتایا تھا کہ یہ داور کا کام ہے۔"

"تمہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ مجھے الجھائے رکھنا چاہتا ہے۔"

"نہیں..... یقین کرو..... میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں۔"

"جوزف اسے واپس لے جاؤ۔"

"نہیں مجھے چھوڑ دو..... جانے دو..... خدا کے لئے۔" وہ رو پڑی۔

"ابھی نہیں.....!" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔ "جوزف اسے لے جاؤ۔"

اس کے جانے کے بعد عمران اپنی پیشانی تھپتھپاتا ہوا بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے صفدر بول رہا تھا

"آپ کا خیال درست ہے۔ وہ پانچوں آدمی اب بھی عمارت کے آس پاس موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے..... اُسے وہاں سے کسی طرح نکال لانا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"نو بجے والی فلائٹ سے روانہ ہو جانے کی بجائے اُسے ہمارے قبضے میں ہونا چاہئے۔"

"کوئی تدبیر ہے آپ کے ذہن میں۔"

"ہے....!" عمران نے کہا۔ "تم سب اس عمارت کے آس پاس میرے منتظر رہو.... اور جیسے ہی میری طرف سے کوئی صوتی اشارہ ملے ان پانچوں کو الجھالو پھر میں سب دیکھ لوں گا۔"

"اشارے کی نوعیت....!"

"ریڈیو کار سے ہوٹر بجاؤں گا۔"

"لیکن ان پانچوں کو الجھایا کیسے جائے گا....!"

"اب سب کچھ میں ہی بتاؤں؟"

"خیر میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں.... آپ کتنی دیر میں پہنچ رہے ہیں؟"

دفعتاً عمران کو جولیا یاد آئی اور اس نے جلدی سے کہا۔ "ٹھہرو.... آدھے گھنٹے بعد مجھے پھر رنگ کرنا۔ تب بتاؤں گا۔"

وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے پہلے جولیا ہاتھ آنی چاہئے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ جھنجھلا کر اُسے ختم ہی کر دیں۔ لیکن جولیا کی رہائی کا انحصار ان دونوں قیدیوں کی رہائی پر تھا اور ان کی رہائی کے بعد اس پراسرار آدمی داور کو یقینی طور پر علم ہو جائے گا کہ کربی فوسٹر کا راز فاش ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس پر ہاتھ ڈالنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

پھر کیا کیا جائے۔ وہ سوچتا رہا اور پھر اب وہ جولیا کی رہائی کے متعلق اُن سے کس طرح رابطہ قائم کرے گا۔

اس نے سوچا کیوں نہ بوڑھے کو بلایا جلایا جائے۔ آخر اُسے بھی تو کبھی نہ کبھی خود ہی داور سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسے ٹیلی فون نمبر سے واقف ہو۔

بوڑھے کو طلب کرنے کے لئے جوزف کو بلواتے جا ہی رہا تھا کہ ایک نئے خیال نے ذہن میں سر ابھارا.... ہو سکتا ہے بوڑھا اُسے کوئی فون نمبر بتا ہی دے لیکن اُسے استعمال کرنا خطرے سے خالی نہ ہو گا کیونکہ بوڑھا جب اُسے داور کے فون نمبر بتا سکتا ہے تو پھر یہ بھی بتا سکتا ہے کہ اس گھیر اگھاری کا مقصد کیا تھا.... ہو سکتا ہے جولیا کو پکڑ لے جانے کا مقصد یہی ہو! داور معلوم [illegible] چاہتا ہو کہ بوڑھے نے گرفتاری کے بعد کچھ اگل تو نہیں دیا۔

لیکن پھر کیا کیا جائے۔ اگر جولیا کی رہائی سے پہلے کربی فوسٹر کے سلسلے میں کچھ کیا گیا تو [illegible]

کی زندگی یقینی طور پر خطرے میں پڑ جائے گی۔

وہ اٹھ کر ٹرانسمیٹر والے کمرے میں آیا اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اُسے ہدایت دی کہ کربی فوسٹر والی عمارت کی نگرانی اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ ایئرپورٹ کی طرف نہ روانہ ہو جائے۔ اُس نے اُسے بتایا کہ وہ اس سلسلے میں صفدر سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔

وہ پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا... ایک ہی کارڈ تھا ہاتھ میں... اور وہ تھا بوڑھا غیر ملکی۔

اس بار عمران خود ہی تہہ خانے میں آیا... ریتا گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی بوڑھا ایک آرام کرسی پر لیٹا اونگھ رہا تھا اور تیسرا قیدی ٹہل رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر رک گیا لیکن کچھ بولا نہیں۔ لڑکی کھڑی ہو گئی۔ بوڑھا بدستور اونگھتا رہا۔

"تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔" ریتا نے روہانسی آواز میں کہا۔

"میں نابالغ لڑکیوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا...!"

"میں بالغ ہوں... خدا کی قسم بالغ ہوں۔" ریتا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پھر بھی تم سے کیا بات کی جائے... والدین کا پتہ بتاؤ۔"

وہ رونے لگی... بوڑھا اُس کے رونے کی آواز سن کر بھی نہ اٹھا حالانکہ انداز سے لگتا تھا کہ وہ جاگ ہی رہا ہے... عمران نے اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "یہ رات سونے کے لئے نہیں ہے۔"

بوڑھا جھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھا اور حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ "مار ڈالو... مجھے مار ڈالو۔"

"نہیں پیارے۔" عمران اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "میں تو تمہیں تل کر کھاؤں گا۔ فی الحال تم میرے ساتھ چلو... ہو سکتا ہے یہ سلسلہ تمہاری رہائی پر ختم ہو...!"

"میرا کیا ہو گا...!" تیسرا قیدی جلدی سے بولا۔

"تم دو ایک دن یہیں آرام کرو گے۔"

"میں... میں... تنہا یہاں نہیں رہوں گا۔"

"یہ بھی تو ہے۔" عمران نے ریتا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ میری بیوی کی بددعائیں ہیں، جنہوں نے اس حال کو پہنچایا ہے۔ مجھے کسی دوسری جگہ رکھئے۔"

عمران کوئی جواب دیئے بغیر بوڑھے کو کھینچتا ہوا تہہ خانے کے دروازے تک آیا۔

"چھوڑ دو... میں چل رہا ہوں۔" بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔

وہ اسے ڈرائنگ روم میں لایا۔

"اب بتاؤ!" عمران اُسے صوفے میں دھکیلتا ہوا بولا۔ "مجھے اُس عمارت کا پتہ چاہئے جہاں داور کے ملنے کے امکانات ہوں۔"

"میں نہیں جانتا۔ پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔"

"تم غلط کہتے ہو۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "وہ حبشی بہت خونخوار ہے۔ تم نے دیکھا تھا کہ کسطرح خود مجھ سے الجھ پڑا تھا جب میں نے تمہیں اُسکے پنجے سے رہائی دلوائی تھی۔"

"نہیں.... نہیں....!" بوڑھا خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "نہیں اُسے مت بلاؤ.... وہ جہنم کا فرشتہ ہے۔"

"تو پھر بتادو مجھے! تمہاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ حالانکہ تم نے ایک غیر قانونی کام میں اُسے مدد دی تھی لیکن پھر بھی میں تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم کون ہو.... کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"یہی سمجھ لو.... یہ ایک قتل کا معاملہ ہے۔"

"قتل....!" بوڑھا اچھل پڑا۔

"ہاں تمہیں یاد ہے یا نہیں۔ اُس رات تمہارے ہاں کوئی مادام نشی کا آئی تھی۔"

"مادام نشی کا.... ہاں آئی تو تھی.... میں نہیں جانتا کون تھی۔ وہ بھی داور ہی کے ترتیب دیئے ہوئے ڈرامے کی ایک اداکارہ تھی۔"

"اُسی دوپہر کو اُس عورت کی لاش ایک آدمی کی گاڑی میں پائی گئی تھی۔"

"اُسی کی لاش۔" وہ پھر اچھل پڑا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ چند لمحے وہ سکتے کے سے عالم میں رہا پھر ہونٹ ہلے اور مدہم سی آواز سنائی دی۔ "نہیں.... میں اس کے لئے ہرگز تیار نہیں.... میں بتادوں گا.... داور نے مجھے دھوکا دیا۔ نہیں نہیں۔ میں ایک باعزت آدمی ہوں۔"

عمران نے طویل سانس لی۔



پھر بوڑھا خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کی پیشانی کی سلوٹیں اور بھنوؤں کا تیکھا پن کہہ رہا تھا جیسے وہ غصے کی آگ میں جھلسا جا رہا ہو۔

کچھ دیر بعد اُس نے سر اٹھا کر کہا۔ "شائد وہ تمہیں ففٹیتھ اسٹریٹ کی گیارھویں عمارت میں مل جائے۔"

"شاید یا یقین کے ساتھ۔"

"اکثر وہ اُس عمارت کا حوالہ دیتا رہا ہے۔ خود میں وہاں کبھی نہیں گیا۔"

"اچھا دیکھو۔ تم اپنی سیکریٹری کو نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے کچھ بتا چکے ہو۔"

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں غیر متحرک سی ہو کر رہ گئی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ بڑبڑایا۔ "مجھے یہ بھی بتا دینا چاہئے۔ قطعی طور پر بتا دینا چاہئے بہت ضروری ہے۔"

"ہاں.... ہاں کہو.... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"وہ لڑکی ریٹا اور کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتی ہے کیونکہ اکثر اُس کے ساتھ باہر جاتی رہی ہے اور میری دانست میں اُن دونوں کے تعلقات غیر معمولی ہیں یہ سب کتیائیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

"بے شک بے شک....!" عمران سر ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔

"اُس کے باپ کا رول ادا کرنے میں میرا کلیجہ خون ہو گیا....!"

"ہونا چاہئے.... ہونا چاہئے۔"

"اچھا تو پھر میں کس راستے سے باہر جاؤں؟"

"فی الحال یہیں آرام کرو تو بہتر ہے۔"

بوڑھا مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی.... عمران نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....!"

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کون عمران۔ میں جولیا ہوں تم کیا کر رہے ہو۔"

"کیا بتاؤں کیا کر رہا ہوں.... ویسے تم ان لوگوں سے کہہ سکتی ہو کہ مجھے تمہاری رہائی کے سلسلے میں ساری شرائط منظور ہیں.... تبادلے کے لئے کس جگہ کا تعین کیا جائے۔"

"اوہ.... شکریہ۔ میں بہت پریشان ہوں عمران....!"

"جلدی کرو....!" عمران نے کہا۔

"میں ابھی بات کر کے دوبارہ فون کروں گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد عمران بوڑھے سے بولا۔ "تم دونوں جلدی رہا ہو جاؤ گے۔"

پھر اُس نے اُسے بتایا کہ رہائی کی بنیاد تبادلے پر ہو گی۔

"اور دیکھو دوست تم ان سے یہی کہو گے کہ تم نے مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا ورنہ زندہ نہ رہ سکو گے۔"

"میں تو یہی کہوں گا۔ لیکن وہ.... ریٹا.... تم کئی بار مجھ سے تنہائی میں گفتگو کر چکے ہو۔"

"اس کی فکر مت کرو تم اپنی بات پر اڑے رہنا۔"

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں بدستور گہری سوچ میں ڈوبی رہیں۔

"اور یہ تو کہنا ہی بیکار ہے کہ کسی تیسرے قیدی کے متعلق انہیں نہ بتانا۔ کیونکہ وہ تو جانتی ہی ہے۔" عمران نے کہا۔

بوڑھا پھر بھی خاموش رہا.... کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی پھر بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا.... دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔ "ہیلو عمران.... اچھا دیکھو! ففٹیتھ اسٹریٹ کی گیارہویں عمارت میں۔ میں وہاں تنہا ہوں گی تم اُن کے آدمیوں کو وہاں پہنچا کر وہیں سے مجھے لے جاسکو گے.... کہا گیا ہے کہ اگر اس سلسلے میں کوئی شرارت ہوئی تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔"

"فکر نہ کرو....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اُس نے بوڑھے کو بتایا کہ یہ تبادلہ اُس کی بتائی ہوئی عمارت میں ہوگا۔

"پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔" بوڑھا بڑبڑایا۔ "کس مصیبت میں پھنس گیا۔"

عمران نے جوزف کو طلب کیا اور اُسے الگ لے جا کر سمجھانے لگا کہ اُسے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک اسٹیشن ویگن رانا پیلس کے پھاٹک سے باہر آئی جسے خود عمران ڈرائیو کر رہا تھا۔ لیکن اس وقت شائد ہی کوئی اسے عمران کی حیثیت سے پہچان سکتا۔ جسم پر ڈرائیوروں کی سی خاکی وردی تھی اور چہرہ پلاسٹک میک اپ کی وجہ سے خاصا ڈراؤنا بن گیا تھا۔

پچھلی نشستوں پر بوڑھا، ریٹا، تیسرا قیدی اور جوزف تھے۔ چلنے سے پہلے جوزف کو چوتھائی بوتل مل گئی تھی۔ اس لئے وہ بہت زیادہ چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔

عمران نے ہارن دیا اور دفعتاً ایک کمرے کی کھڑکیاں روشن ہوگئیں۔

ایک دروازہ کھلا اور کوئی کھانستا کھکارتا ہوا گاڑی تک آیا۔ پھر ایک ٹارچ روشن ہوئی اور روشنی کا دائرہ گاڑی کے اندر چکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے....!" بھرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔ "اندر آؤ۔"

ٹارچ کی روشنی میں جائزہ لینے والا عمارت میں داخل ہوگیا۔ لیکن دروازہ کھلا ہی رہا۔

جوزف کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھا کہ عمران ہی انہیں یہاں تک لایا ہے۔

جوزف ان سبھوں کو عمارت کے اندر ہانک لے گیا۔ ذرا ہی سی دیر بعد سامنے سے عمران کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور وہ چندھیا کر کسی گھٹیا سے آدمی کے سے انداز میں گندی گندی گالیاں بکنے لگا۔ پھر اس طرح جلدی سے نیچے اترنے کی کوشش کی جیسے روشنی ڈالنے والے کا قیمہ ہی تو کر کے رکھ دے گا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں روشنی غائب ہو گئی۔

کچھ دیر بعد جوزف جولیا سمیت برآمد ہوا۔ اور وہ دونوں چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

وہ سیدھے رانا پیلس میں آئے۔ جولیا کا چہرہ کملایا ہوا تھا۔ اس نے جوزف سے پوچھا۔ "عمران کہاں ہے۔"

"پتہ نہیں....!" جوزف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

عمران بحیثیت ڈرائیور قریب ہی کھڑا تھا۔

"لیکن اتنا جانتا ہوں....!" جوزف کچھ دیر بعد بولا۔ "تم باس سے پوچھے بغیر اس عمارت سے باہر نہیں نکلو گی۔"

"وہ کہاں ہے؟" جولیا نے مضطربانہ انداز میں پھر پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

عمران محسوس کر رہا تھا کہ جولیا کچھ بتانے کے لئے بے چین ہے۔

"مجھے نیند آنے لگی ہے۔" جولیا نے کہا۔ "وہ جب بھی آئے اُسے بتا دینا کہ اُن لوگوں میں وہ دبلا پتلا چینی تھا جس نے کاویوچن کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی تھی۔"

"بتا دوں گا....!" جوزف نے کہا اور بھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لینے لگا۔

پھر جولیا اندر چلی گئی.... اور وہ دونوں وہیں کھڑے رہے۔

"غالباً تم نے سن ہی لیا ہو گا باس!" جوزف نے کہا اور پھر جماہی لی۔ شائد اس کا نشہ اکھڑ رہا تھا۔

"ہوں....!" عمران نے کہا اور دوسری طرف اندھیرے میں گھورنے لگا۔

اب کرنل فوسٹر کا مسئلہ سامنے تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ جوزف کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کرتا ہوا اندر گیا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

"یس سر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "عمارت کی نگرانی جاری ہے۔ وہ سر ـــ

نامعلوم آدمی بھی موجود ہیں جو پہلے سے نگرانی کر رہے تھے۔"

"برازیل کے سفارت خانے کے ڈرائیوروں کی لسٹ مہیا کر کے چھان بین کرو کہ ان میں سے کون اُسے ایئرپورٹ لے جائے گا؟ اور یہ بھی معلوم کرو کہ مسافر کے ساتھ گاڑی میں اور کون ہوگا.... جلدی کرو۔"

"او کے چیف....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوور اینڈ آل....!" عمران نے کہا اور سوئچ آف کر دیا۔

جولیا شائد سچ مچ سو گئی تھی ورنہ کسی نہ کسی جگہ یقینی طور پر ملاقات ہوتی۔

وہ پھر ڈرائینگ روم میں آ بیٹھا.... اب اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا کہ وہ بلیک زیرو کے جواب کا انتظار کرتا رہے۔

گھڑی ڈھائی بجا رہی تھی۔ اُس نے طویل انگڑائی لی اور صوفے کی پشت سے ٹک گیا اور پھر انتہائی کوشش کے باوجود بھی اپنے اونگھتے ہوئے ذہن پر قابو نہ پاسکا۔ پلکیں نیند کے دباؤ سے جھکتی چلی گئیں.... اور وہ بے خبر سو گیا۔

دوبارہ آنکھ کسی کے آواز دینے پر کھلی تھی۔ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سامنے بلیک زیرو نظر آیا۔

"کیا وقت ہوا ہے....!" عمران نے بوکھلا کر پوچھا۔

"چار بجے ہیں۔"

"اوہو.... ہوں.... لیکن تم یہاں کیسے!"

"بڑی دیر تک پکارتا رہا.... جب کوئی جواب نہ ملا تو آنا ہی پڑا۔"

"کسی اور کو بھیج سکتے تھے۔ تمہیں دانش منزل ہی میں موجود رہنا چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے کہ نگرانی کرنے والے کسی اشد ضرورت کے تحت تم سے رابطہ قائم کرنا چاہیں۔"

"غلطی ہوئی چیف....!"

"خیر کوئی بات نہیں! ہاں اب بتاؤ کیا کر آئے ہو۔"

"کربی فوسٹر کے پاس اُس کی گاڑی ہے خود ڈرائیو کرتا ہے۔"

"اور وہ اُسے ایئرپورٹ پر کسی بھکاری کے حوالے کر کے خود یہاں سے واپس چلا جائے گا۔"

"ڈرائیور بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کل وہی اُسے لے جائے۔"

"یقینی طور پر وہی لے جائے گا۔ یا اُس کے ساتھ جائے گا۔ خیر.... ڈرائیور کے متعلق یہ معلوم کیا.... مختصر بتاؤ.... وقت کم ہے۔"

"وہ بھی اسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں سرونٹس کوارٹر میں رہتا ہے۔"

"اس وقت کہاں ہے؟"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کہاں ہوگا....؟"

"یہ بہت ضروری ہے۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "خیر....اب تم دانش منزل واپس جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب....!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "ڈرائیور کا نام جعفر ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت پلسیز بار میں ہو....بآسانی پہچانا جاسکے گا....بائیں کان کی لو کٹی ہوئی ہے۔"

"اور سردی بھی خاصی ہے۔ اگر اُس نے کانوں پر مفلر لپیٹ رکھا ہو تو....!"

"شراب سے کان گرم ہو جاتے ہیں....!"

"مجھے تجربہ نہیں....خیر اب تم دفع ہو جاؤ....میں دیکھوں گا۔"

بلیک زیرو چلا گیا۔ عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اٹھا۔ گیراج سے شیورلٹ نکالی اور ڈرائیور ہی کے حلئے میں پلسیز بار کی طرف روانہ ہوگیا۔ کم قیمت اور گھٹیا شراب کے لئے یہ خاص طور پر مشہور تھا اور یہاں نچلے طبقے کے لوگ ہی نظر آتے تھے۔

بار میں داخل ہو کر اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی...تین میزوں کے علاوہ اور ساری میزیں خالی تھیں۔ پہلی ہی نظر میں عمران کو یقین ہو گیا کہ جسکی تلاش میں آیا تھا وہ یہاں موجود ہے۔



کان کی کٹی ہوئی لو پر نگاہ ٹھہری رہی۔ وہ نشے میں تھا لیکن عمران کو اپنی طرف اس طرح متوجہ دیکھ کر خود بھی اُسے گھورنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد عمران کی آنکھوں میں ایک تحیر آمیز چمک سی پیدا ہوئی۔ ہونٹ مسکراہٹ کے سے انداز میں تھوڑے سے کھلے اور وہ تیزی سے اس کی میز کی طرف جھپٹا۔

میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "تم جعفر ہی ہو نا۔"

"ہاں....ہاں....کیوں؟"

"نہیں پہچانا مجھے!" عمران اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اوں....ہوں....!" جعفر نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"ارے واہ یار....میں شفیق ہوں....شفیق احسن....!"

ایسا محسوس ہوا جیسے وہ یاد داشت پر زور دے رہا ہو۔ پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔۔۔ آخر بولا۔ "ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ یاد نہیں پڑتا کہاں تم سے ملاقات ہوئی تھی بیٹھو۔۔۔ منگاؤں۔۔۔!"

"نہیں میں اتنی رات گئے نہیں پیتا۔۔۔ لو سگریٹ پیو۔۔۔!" عمران نے اسے بلیک اینڈ وہائٹ کی اسپیشل پیکنگ والے سگریٹ پیش کئے۔

"آج کل کہاں ہو۔۔۔!" جعفر نے سگریٹوں کو گھورتے ہوئے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"خاص سفیر کا ڈرائیور ہوں۔۔۔!"

"کس سفارت خانے میں۔۔۔!"

"سعودی عرب۔۔۔!"

"تب تو شراب نہ ملتی ہوگی۔"

"لاحول ولا قوۃ بلکہ استغفر اللہ۔۔۔!" عمران نے کہا اور جعفر ہنسنے لگا پھر عمران نے پوچھا۔

"تم کہاں ہو۔"

"برازیل کے سفارت خانے میں! پریس اتاشی کا ڈرائیور ہوں۔۔۔!"

"اوہو۔ تب تو تمہارے مزے ہوں گے۔ تم بھی سفارت ہی میں ہو۔ کیسا ہے تمہارا باس۔۔۔!"

"حرامی نمبر ون۔۔۔!" جعفر نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "سالے کے لئے ہر رات نئی لڑکی تلاش کرنی پڑتی ہے۔"

"تم کرتے ہو۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ تبھی تو اپنے بھی عیش ہیں۔۔۔!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مگر اب دیکھو نوکری رہتی ہے یا دھکے کھانے پڑتے ہیں۔"

"کیوں۔۔۔ کیوں۔۔۔؟"

"صبح واپس جا رہا ہے اپنے ملک۔ اب کبھی واپس نہ آئے گا۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"بس اپنے حرامی پن کی وجہ سے۔ سفیر کو معلوم ہو گیا تھا۔ بڑی بدنامی ہو رہی تھی۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بے ساختہ ہنس پڑا۔ دیر تک ہنستا رہا۔ جب خاموش ہوا تو عمران نے اس طرح ہنسنے کی وجہ پوچھی تھی۔

"آج شام وہ بہت اداس تھا۔ مجھ سے کہا۔ آخری بار کوئی انتظام ۔۔۔ میں نے کر دیا اور اس وقت سے اب تک یہاں بیٹھا بھک مار رہا ہوں۔"

"چچ چچ...!" عمران نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میرا دل کڑھ رہا ہے بیچارے کیلئے۔"

"بچہ ہے سالا.... عورتوں کے معاملے میں بالکل بچہ ہے۔" جعفر نے ہنس کر کہا۔ "کئی بار ایسا ہوا ہے تلاش میں نکلا ہوں کوئی نہیں ملی ہے۔ واپس آکر بتایا ہے اور وہ کسی ایسے بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رویا ہے جو کھلونے کے انتظار میں رات گئے تک جاگتا رہا ہو، لیکن پاپا خالی ہاتھ واپس آئے ہوں۔"

"یار واقعی دل کڑھ رہا ہے۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اچھا تو پھر کروں انتظام۔"

"اوہ.... اگر کر سکو تو اچھا ہے۔"

"تم یہیں ٹھہرو.... میں ذرا فون کر کے معلوم کروں۔ وہ گھر پر موجود بھی ہے یا نہیں۔"

"کون....؟"

"ایک یوروپین لڑکی ہے۔ زیادہ بڑے آدمیوں سے بزنس کرتی ہے۔"

"ضرور دیکھو بھائی صاحب.... شکریہ شکریہ۔"

عمران اٹھ کر باہر آیا اور سوچنے لگا کہ آس پاس کوئی ٹیلی فون بوتھ بھی ہے یا نہیں۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر اگلے چوراہے تک آیا۔ ٹیلی فون بوتھ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

فون پر جوزف کو طلب کر کے جولیا سے متعلق چند ہدایات دیں اور کہا کہ وہ اُسے پلسیز بار تک پہنچا کر واپس چلا جائے۔

کچھ دیر بعد پلسیز بار میں واپس آکر اس نے جعفر کو اطلاع دی کہ کام ہو گیا ہے وہ جلد ہی وہاں پہنچ جائے گی۔

"یار تم بڑے پیارے آدمی ہو! میں بڑا بدنصیب ہوں کہ اب تک تمہیں نہیں پہچان سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تو تمہیں پہچانتا ہوں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھی بات ہے میں باہر اس کا انتظار کروں....!"

"میں بھی چلوں....؟"

"نہیں تم بیٹھو....!"

عمران باہر آگیا۔ آدھے گھنٹے تک جولیا کا انتظار کرنا پڑا۔

وہ آئی اور جب اُسے مقصد معلوم ہوا تو چراغ پا ہو گئی۔ بڑی مشکل سے قابو میں آئی۔ عمران نے اُسے سمجھایا کہ اپنے ساتھ جو سفوف لائی ہے اُسے شراب میں ڈال کر فوسٹر کو پلانا ہوگا۔ وہ بیہوش ہو جائے گا بقیہ معاملات وہ خود دیکھے گا۔

ہدایات کے مطابق جولیا میک اپ میں آئی تھی۔ جعفر نے اُسے دیکھا اور اچھل پڑا۔

"تو پھر لے جاؤں۔" اس نے عمران سے پوچھا۔

"کمال کردیا یار۔ میرے بغیر وہ کہاں جائے گی۔ مجھے بہر حال ساتھ چلنا پڑے گا اور میں ہی اسے واپس لے جاؤں گا۔"

جعفر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "چلو خیر کوئی بات نہیں۔"

اپنی شیورلٹ تو عمران نے پہلے ہی جوزف کے حوالے کردی تھی کیونکہ یہاں کربی فوسٹر کی گاڑی موجود تھی۔ وہ تینوں کربی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوگئے۔

جولیا پچھلی سیٹ پر تھی....!

جعفر نے عمران سے پوچھا۔ "اردو جانتی ہے۔"

"نہیں....!"

"یار۔ کیوں نہ ہم بھی۔!" جعفر نے کہا۔ "مجھے بہت پسند آئی ہے۔"

"بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے تو اپنے باس کو خوش کرنے کی سوچو۔"

"وہ سالا تو ہمیشہ خوش ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"پھر بھی فی الحال خاموش ہی رہو۔"

کوٹھی کے پھاٹک پر پہنچ کر جعفر نے ہارن دیا۔ اندر سے کسی نے پھاٹک کھولا اور گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئی۔

برآمدے میں روشنی تھی لیکن یہ برآمدہ ایسے رخ پر تھا کہ سڑک سے نہیں نظر آسکتا تھا۔

برآمدے میں ایک سفید فام آدمی دکھائی دیا جو بڑی بے چینی سے گاڑی کی طرف لپکا تھا۔ ادھیڑ عمر کا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ بال گھنے اور گھونگھریالے تھے۔ جعفر گاڑی سے اتر کر اسے الگ لے گیا اور آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔

اور عمران نے جولیا سے کہا۔ "جب وہ بیہوش ہو جائے تو ایک گلاس ڈرائیور کیلئے بنالانا۔"

"پتہ نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔" جولیا منمنائی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ جولیا نے کربی فوسٹر کو اندر جاتے دیکھا۔ جعفر ان کی طرف آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے....!" جعفر نے عمران سے کہا۔ "اب یہ اس عورت کی ہوشیاری پر منحصر ہے کہ وہ اس سے کتنا اینٹھ لیتی ہے۔"

"اتنا تو اینٹھ ہی لے گی کہ ہمیں ہمارا معقول کمیشن مل سکے۔"

"یہی مطلب تھا۔" جعفر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسا۔

"اور ہم دونوں کہاں بیٹھیں گے.... میں قریب ہی رہنا چاہتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آئندہ وہ میرے ساتھ کہیں نہ جائے گی۔"

"ارے برابر ہی کے کمرے میں بیٹھ لیں گے....!" جعفر بولا۔

پھر وہ دونوں ایک کمرے میں آبیٹھے.... دونوں ہی خاموش تھے۔ احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے۔

کلاک کی ٹک ٹک سناٹے میں گونج رہی تھی.... دونوں کی نظریں ملتیں اور جعفر کھسیانے انداز میں دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگتا۔ کچھ دیر بعد جولیا کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھوں میں دو گلاس تھے۔ ایک اس نے جعفر کی طرف بڑھادیا اور دوسرا عمران کی طرف۔ عمران نے خاموشی سے گلاس لے لیا۔ جب واپس چلی گئی تو جعفر نے کہا۔ "ایسی تو آج تک نہیں آئی تھی جس نے میرا خیال بھی رکھا ہو۔"

"پیو دوست یہ سالا ہمیشہ عمدہ قسم کی شرابیں رکھتا ہے۔"

عمران گلاس ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا اور جعفر چسکیاں لینے لگا۔ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اپنے پچھلے کارنامے بھی دہراتا جارہا تھا۔

عمران نے اپنا گلاس کرسی کے پہلو میں فرش پر رکھ دیا.... جعفر کی زبان کی لڑکھڑاہٹ بڑھتی جارہی تھی۔ عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ سارے معاملات سے لاتعلق ہو۔

اب جعفر نے گلاس خالی کر کے رکھ دیا تھا اور آنکھیں بند کئے آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ پھر یک بیک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کہنے لگا.... "ہائیں.... اتنی گہری نیند.... اچھا یار.... تو پھر چلتے وقت مجھے جگا دینا۔"

وہ کرسی سے فرش پر پھسل آیا.... اور عمران نے پھر اسے سر اٹھاتے نہیں دیکھا۔ اُس نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور خود اٹھ گیا۔

دوسرے کمرے کے دروازے کے شیشے سے جھانک کر دیکھا.... وہاں کربی فوسٹر صوفے پر لیٹا نظر آیا.... جولیا دور کھڑی اُسے گھور رہی تھی۔ عمران نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور جولیا کو چونکتے دیکھا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف آئی۔

"وہ بیہوش ہوگیا ہے۔" اُس نے دروازہ کھولتے ہوئے سرگوشی کی۔

"برآمدے کی روشنی گل کر آؤ۔" عمران نے کہا۔

جولیا نکل چلی گئی۔ عمران نے اندر آکر کربی فوسٹر کو ہلایا جلایا۔ لیکن وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ پھر وہ اُسے پیٹھ پر لاد کر خود بھی باہر آیا... جولیا نے اس کے اشارے پر بیرونی کمرے میں بھی اندھیرا کر دیا تھا۔

کربی فوسٹر کی گاڑی برآمدے کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ عمران نے اُسے پچھلی نشست پر ڈال دیا۔ جولیا اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ عمران ایک بار پھر اندر آیا کیونکہ کنجی ڈیش بورڈ پر نہیں دکھائی دی تھی۔ جعفر کی جیبوں کی تلاشی لینے پر کنجی بھی مل گئی۔ کچھ دیر بعد وہ گاڑی کو اسٹارٹ کر کے پھاٹک کی طرف لے جا رہا تھا۔ چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا اور گاڑی باہر نکل چلی گئی۔

عمران کی ہدایت کے مطابق جولیا راستے بھر دیکھتی آئی تھی کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ ایسا نہیں ہے تو عمران نے گاڑی کا رخ دانش منزل کی طرف موڑ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ رانا پیلس مجرموں کی نظروں میں آچکا ہے لہٰذا اس واقعہ کا علم ہوتے ہی وہ اپنی پوری قوت سے رانا پیلس پر دھاوا بول دیں گے۔

کچھ دیر بعد بیہوش کربی فوسٹر دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں نظر آیا۔ ابھی تک بیہوش تھا۔

"یہ کون ہے؟" جولیا نے پوچھا۔

"کوئی بہت ہی اہم آدمی....!"

"کس سلسلے میں....!"

"تنّی کا کا قتل اتنی جلدی بول گئیں۔"

"اوہ.... تو یہ سب کچھ....!"

"ہوں.... لیکن پہلے یہ بتاؤ وہ لوگ تمہیں کس طرح لے گئے تھے۔"

"ریوالور دکھا کر... گاڑی میں بٹھایا تھا لیکن پھر گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے چیخنا شروع کر دیا۔"

"تعجب ہے کہ تمہارے پڑوسیوں نے بھی مدد نہ کی۔"

"ہو سکتا ہے انہوں نے چیخیں سنی ہوں لیکن معاملے کی نوعیت نہ سمجھ سکے ہوں۔"

"حالانکہ پڑوسیوں ہی نے صفدر کو اس کی اطلاع دی تھی....!"

"آخر یہ لوگ کون ہیں کیا چاہتے ہیں۔"

"جلد ہی معلوم ہو جائیگا... میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں"

"اوہ... دیکھو شاید... ہوش میں آرہا ہے...!" جولیا نے کہا۔

"تم باہر چلی جاؤ...!" عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔ "نہیں ٹھہرو۔ تم نے اچھا کیا کہ ابھی تک اسی میک اپ میں ہو...!"

جولیا نے اُسے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"میں اس الماری کے پیچھے چھپنے جارہا ہوں تم یہیں رک کر اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کرو۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ عمران الماری کے پیچھے چھپ گیا۔

تھوڑی دیر بعد کرلی فوسٹر کے حلق سے لایعنی سی آوازیں نکلیں پھر وہ کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک اس طرح آنکھیں پھاڑتا رہا جیسے اندھیرے میں کچھ دیکھ لینے کی کوشش کررہا ہو.... پھر دونوں ہاتھ آنکھوں پر آئے جنہیں وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ملنے لگا۔

جولیا خاموش بیٹھی رہی۔ اب وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جولیا نہ کچھ بولی اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کی۔

"تم.... تم.... لیکن میں.... میں کہاں ہوں۔" وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ وہ صوفے سے اٹھ گیا اور جولیا کو زہریلی نظروں سے گھورتا ہوا غرایا۔

"بتاؤ نا.... میں کہاں ہوں۔"

"میں کیا بتاؤں؟" جولیا نے بھی جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "تمہاری شراب میں پتہ نہیں کیا تھا۔ پیتے ہی نیند آگئی.... آنکھ کھلی تو یہاں....!"

وہ چاروں طرف نظر دوڑاتی ہوئی خاموش ہوگئی۔ وہ دروازے کی طرف جھپٹا اور ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

"بتاؤ....!" وہ جولیا کی طرف مڑ کر چیخا۔ "ورنہ میں تمہیں گولی ماردوں گا....!"

"ارے نہیں.... نہیں.... ایسا نہ کرنا۔" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں الماری کے پیچھے سے نکلتا ہوا بولا۔

وہ چند لمحے عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم کون ہو۔"

"مجھ کو غیر ضروری کہتے ہیں۔" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔ "یہ لڑکی میری سرپرست ہے۔"

"یہاں مجھے کون لایا ہے؟"

"یہی خادم...!"

"کیوں؟"

"مادام نشی کا...!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے ... بی

فوسٹر کے جسم میں جھٹکا سا لگا ہو۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحے اس کی حالت غیر رہی پھر سنبھالا لے کر بولا۔ "پتہ نہیں تم کیا بک رہے ہو۔"

"مادام نشی کا کا قاتل کون ہے۔" عمران بدستور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پھنکارا۔

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ رات کا اندھیرا تمہارے گناہوں کو چھپا لیتا ہے۔"

"پپ.... پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم اُس کے قتل کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا۔"

پھر دفعتاً کربی فوسٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اُس نے بے تحاشہ عمران پر چھلانگ لگائی۔

عمران نے اُسے ہاتھوں پر روک کر ٹانگ ماری اور وہ اپنے داہنے پہلو کے بل بھد سے گر پڑا۔ پھر وہ تیزی سے جھکا اور اس کا کالر پکڑ کر اٹھاتے ہوئے ٹھوڑی پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ کربی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا.... اور دیوار سے ٹکا ہوا ہانپتا رہ گیا۔ ویسے وہ اب بھی عمران کو خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

"آؤ....!" عمران نے اُسے دوبارہ للکارا۔

لیکن وہ اسی طرح دیوار سے ٹکا ہانپتا رہا۔

"تم کون ہو۔" وہ کچھ دیر بعد غرایا۔ "اور میں تمہیں کیوں بتاؤں؟"

"نہ بتاؤ....!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "اس کی لاش تو پولیس کو مل گئی تھی۔ لیکن تمہاری ہڈیوں کا بھی سراغ نہ ملے گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں کمزور نہیں ہوں؟"

"تو آؤ.... پھر....؟"

لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ عمران تھوڑی دیر تک اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اچھا یہی بتا دو کہ اچانک تم واپس کیوں جا رہے ہو۔"

"تم کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "وقت نہ ضائع کرو.... ورنہ...."

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"گرا کر ذبح کر دو.... نہیں بتائے گا۔" جولیا بول پڑی۔

کربی نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

"اب یہی کرنا پڑے گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم باہر چلی جاؤ...!"

جولیا اٹھ کر جانے لگی اس کے ساتھ ہی کربی بھی دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران نے اس کی گردن دبوچ لی.... وہ کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا یہ اور بات ہے کہ حملہ کرنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی ہو۔ کیونکہ عمران کا ایک ہی گھونسہ اسے کمرے کے دوسرے سرے پر لے گیا تھا۔

جولیا باہر نکل گئی.... خودکار دروازہ دوبارہ مقفل ہو چکا تھا۔ کربی اس بار وحشیانہ انداز میں عمران پر جھپٹا.... دونوں گتھے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

"تم نشی کا کے قتل کے بارے میں کیا جانتے ہو۔" عمران نے اس کی ناک کو پوری قوت سے دباتے ہوئے پوچھا اور وہ کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکرانے لگا۔ ناک پر دباؤ بتدریج بڑھتا ہی رہا۔

"بتاتا ہوں.... بتاتا ہوں....!" بالآخر وہ چیخا۔

ناک پر دباؤ کم ہو گیا.... لیکن وہ عمران کی گرفت ہی میں رہا۔

کربی فوسٹر خاموش ہو گیا تھا اور اُس کا سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول پچک رہا تھا۔

پھر عمران اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا لیکن وہ اسی طرح چت لیٹا ہوا چھت کو گھورتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "مجھے شراب دو۔ برانڈی۔"

"مل جائے گی۔" عمران نے کہا اور گھریلو فون کا سوئچ دبا کر ماؤتھ پیس میں کسی کو مخاطب کیا۔ "برانڈی.... ہائی بال.... جولیا لائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور جولیا گلاس لئے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

کربی اسے بھوکی نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ گلاس لے کر دو تین گھونٹ لئے اور پھر ایک شیطانی سی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر جولیا کیطرف دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً اس نے عمران سے کہا۔ "تم باہر چلے جاؤ.... میں اسے بتادوں گا۔"

"اچھا" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "مگر بیٹے یہ میری خالہ ہے اسطرح تمہاری دادی ہوئی۔"

جولیا عمران کو بُرا بھلا کہتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔

"اب تو ہرگز نہیں بتاؤں گا۔" کربی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مت بتاؤ۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "جہاز تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔"

پھر عمران کے ساتھ ہی اس نے بھی کمرے سے باہر نکلنا چاہا.... لیکن عمران جو پہلے ہی سے

محتاط تھا اُسے دھکا دے کر خود باہر نکل گیا۔ خود کار دروازہ بند ہو چکا تھا۔ عمران نے اُسے باہر سے مقفل کر دیا۔

آپریشن روم میں کئی خبریں اس کی منتظر تھیں.... خود کار آلات نے انہیں سلولائڈ کے فیتے پر محفوظ کر لیا تھا۔

سوئچ آن کرتے ہی ٹیپ ریکارڈر سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "جواب نہیں ملتا۔ چیف آپ کہاں ہیں.... رانا پیلس پر نامعلوم آدمیوں نے دھاوا بول دیا ہے۔"

پھر صفدر کی آواز سنائی دی۔ "ہم عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں.... ابھی ایک کار اندر گئی تھی کچھ دیر بعد پھر واپس گئی.... اس میں ایک لڑکی تھی۔"

عمران نے سوئچ آف کر دیا۔ وہ ابھی تک ڈرائیور ہی کے میک اپ میں تھا۔ جولیا کو یہیں ٹھہرنے کی ہدایت دیتا ہوا وہ باہر آ گیا.... گیراج سے موٹر سائیکل نکالی اور رانا پیلس کی طرف روانہ ہو گیا۔

رانا پیلس پر دھاوے کا یہی مطلب تھا کہ انہیں کربی فوسٹر کے اغوا کا علم ہو چکا ہے۔



چاروں طرف سناٹا تھا۔ ہوا میں اجالے کی مہک محسوس ہو رہی تھی۔ ہو سکتا ہے دوسروں کے لئے اجالے کی مہک مضحکہ خیز رہی ہو.... لیکن عمران ڈھلتی ہوئی رات کی ہوا میں اجالے کی مہک محسوس کرنے لگتا تھا۔

رانا پیلس سکوت اور ملگجے اندھیرے میں لپٹا کھڑا تھا۔ پھاٹک پر موٹر سائیکل روک کر عمران نے پے در پے کئی بار ہارن بجایا لیکن پھاٹک نہ کھلا۔

موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہ پھاٹک کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر چند منٹ دم سادھے کھڑا رہا پھر پھاٹک کو دھکا دیا جو بہ آسانی کھلتا چلا گیا۔

کمپاؤنڈ میں سناٹا تھا.... لیکن عمارت کی کھڑکیوں کے شیشے روشن نظر آ رہے تھے.... وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

آخر چوکیدار کہاں غائب ہو گئے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کیا یہ دھاوا ایسا ہی تھا کہ انہوں نے [illegible] خون سے بھی دریغ نہ کیا۔ کیسا عجیب سناٹا ہے؟ اور پھر اس کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔ کوئی [illegible]

میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ آگے مت بڑھو۔ آگے مت بڑھو۔

وہ رک گیا.... دفعتاً کسی نے اُسے پیچھے سے دھکا دیا اور وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود بھی منہ کے بل نیچے چلا آیا.... پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چیز جسم سے لپٹ گئی ہو.... پھر وہ اسی چیز میں لپٹا ہوا گھسٹنے لگا۔ شاید یہ جال تھا۔ گھسٹتا رہا.... حتیٰ کہ برآمدے کے زینوں پر بھی اسی طرح گھسٹنا پڑا اور اگر اندازے کی ذرا سی بھی غلطی ہوئی ہوتی تو کسی زینے سے ٹکرا کر اُس کا سر پاش پاش ہو گیا ہوتا....

پھر ڈرائینگ روم کی روشنی ہی میں وہ دیکھ سکا کہ اس جال کو کئی آدمی گھسیٹتے ہوئے اندر لائے تھے۔

"اسے اٹھاؤ۔" ایک جانی پہچانی سی آواز کانوں میں گونجی جسے وہ اس دوران میں ایک آدھ بار پہلے بھی سن چکا تھا۔

انہوں نے اُسے نکال کر سیدھا کھڑا کر دیا اور عمران اس طرح پلکیں جھپکانے لگا جیسے سوتے سے جاگا ہو۔ اور پھر اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ سامنے ایک جانی پہچانی سی صورت نظر آئی۔ یہ ایک دبلا پتلا لمبا سا چینی تھا۔

عمران نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں ملیں اور اس طرح اسے گھورنے لگا جیسے بصارت پر یقین نہ ہو۔

"کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم بھوت ہو۔"

چینی شرارت آمیز انداز میں مسکرایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

"بولو.... تم بولتے کیوں نہیں....!" عمران نے پھر کہا۔

"تم غلط نہیں سمجھے بھتیجے۔" چینی نے مسکرا کر کہا۔ "سنگ ہی آسانی سے مرجانے کیلئے پیدا نہیں ہوا۔"

"بڑی خوشی ہوئی....!" عمران مصافحہ کرنے کے لئے جھپٹا۔

"خبردار جہاں ہو وہیں ٹھہرو....!" سنگ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"کیوں چچا....!" عمران نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "اب اتنے دنوں بعد ملے ہو تو کیا بغل گیر بھی نہ ہونے دو گے۔"

"ہو سکتا ہے تم اصلاً حرامی نہ ہو لیکن معنوی اعتبار سے میں تمہیں خود سے کم حرامی نہیں سمجھتا۔"

"میں تمہیں دیکھ کر خوش بھی ہوں اور متحیر بھی۔" عمران نے کہا۔

"ہاں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ میں تاریک وادی کے شعلوں میں بھسم ہو گیا تھا۔

تاریک وادی کی داستان جاسوسی دنیا کے شمار وں "خونی بگولے" اور "زمین کے بادل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن کسے معلوم کہ اُس آگ اگلتے ہوئے غار میں چھلانگ لگاتے وقت میری جسم پر فائر پروف لباس تھا اور چہرے پر گیس ماسک۔"

"اوہو! سمجھا تو اب تم زیرو لینڈ کے لئے کام کر رہے ہو۔"

"میں صرف اپنے لئے کام کرنے کا قائل ہوں۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"ظاہر ہے کہ تم انہیں لوگوں کے ہتھے چڑھے ہو گے۔"

"پھر اس سے کیا۔ ایک بہت بڑا دھوکا ہی میری تخلیق کا باعث بنا تھا۔ دھوکا میری سرشت میں ہے۔ میں کسی کو بھی نہایت آسانی سے دھوکا دے سکتا ہوں۔"

"زیرو لینڈ کہاں ہے۔"

جواب میں سنگ ہی نے جو کچھ بھی کہا اُس سے اُس کی ماں کی روح ضرور شرمندہ ہوئی ہوگی اور عمران ہنس کر بولا تھا۔ "ناممکن۔"

"بکواس بند کرو۔ کربی فوسٹر کہاں ہے۔"

"وہ بھی وہیں ہوگا جہاں زیرو لینڈ ہے۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا سمجھے۔"

"بہت دنوں سے مجھے جانتے ہو؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ سنگ ہی اُسے گھورتا رہا۔۔۔۔ پھر اپنے آدمیوں سے بولا۔ "تم لوگ باہر جاؤ۔"

لیکن وہ جس نے ریوالور سنبھال رکھا تھا وہیں جما رہا۔

"تم بھی جاؤ۔۔۔۔!" سنگ ہی نے اس سے کہا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے عمران سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ چچا کھڑا رہے اور بھتیجا بیٹھ جائے۔"

سنگ ہی چچا اور بھتیجے دونوں کو گالیاں دیتا ہوا بیٹھ گیا۔

عمران استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"تم ابھی تک اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔" سنگ ہی نے کہا۔ "ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے سے تمہیں کیا فائدہ؟"

"میری ایک دوست بھی نتھی ہو گئی ہے اس معاملے میں۔۔۔!"

"وہ سوئیس لڑکی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔!"

"کیا وہ اس پر قتل کا الزام عائد کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن پولیس اُسے بھی پریشان کر رہی ہے۔"

"میں کیا کر سکتا تھا۔ جب کہ وہ خود ہی اس کھیل میں آکودی تھی۔"

"کس کھیل میں....!"

"میں کاؤیوچن کی گاڑی میں لاش رکھنا چاہتا تھا۔"

"کیوں رکھنا چاہتے تھے؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار.... میں پوچھ رہا تھا کربی فوسٹر کہاں ہے؟"

"کیا میں کسی کربی فوسٹر کو جانتا ہوں۔"

"عمران میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"مجھے سوچنے دو....!" عمران خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچنے کی ایکٹنگ کرتا رہا پھر بولا۔

"ارے یہاں کے لوگوں کا کیا بنا۔"

"سب خیریت سے ہیں۔ صرف وہ نیگرو بہت مشکل سے قابو میں آیا تھا۔"

"وہ کہاں ہیں۔"

"تہہ خانے میں....!"

"اوہ تو اُس بوڑھے نے تمہیں سب کچھ بتا دیا۔"

"حتیٰ کہ یہ بھی کہ وہ تمہیں کربی فوسٹر کے متعلق بھی بتا چکا ہے۔"

"ہوں....؟" عمران نے طویل سانس لی اور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا....

"میں ابھی تک کھلاتا رہا ہوں، لیکن اب تشدد پر اتر آؤں گا سمجھے۔" سنگ ہی نے غصیلی آواز میں کہا۔

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکراتا رہا۔

"بتاؤ کربی کہاں ہے۔" اُس نے پھر سخت لہجے میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے؟"

"کیا ہو سکتا ہے۔"

"یہی کہ میں کربی کا پتہ بتا دوں....؟"

"جلدی کرو وقت کم ہے۔" سنگ ہی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"لیکن اس سے پہلے ناممکن ہے، جب تک کہ میں اپنی دوست کی پوزیشن صاف نہ کر دوں۔"

"کاؤ یوچن کے علاوہ اور کوئی اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"

"اس کے باوجود بھی کہ کربی میری گرفت میں آ گیا ہے۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا وہ تمہیں کچھ بتا چکا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو پسند نہیں کرتا۔" دفعتاً عمران کا لہجہ بھی ناخوشگوار ہو گیا۔

"اچھی بات ہے اب مجھے وہی کرنا پڑے گا جس سے ابھی تک احتراز کر تا رہا ہوں۔"

"اچھا تو کیا تم یہاں سے بچ کر نکل سکو گے۔"

"تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا بھتیجے۔" سنگ ہی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

اتنے میں باہر سے دھینگا مشتی کی آواز آئی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوگ بلیک زیرو کو بھی کشاں کشاں اندر لائے۔ شائد وہ دریافت حال کے لئے اندر آیا تھا۔

"ابھی اور کتنے ہیں....؟" سنگ ہی نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

عمران بلیک زیرو کو گھورتا رہا۔

"کیوں تم کون ہو۔" اُس نے اُس سے پوچھا۔ "اتنی رات گئے یہاں کیوں آئے تھے؟"

"جی مجھے زمرد خان چوکیدار کو اطلاع دینی تھی کہ اُس کی بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔" بلیک زیرو نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں چور نہیں ہوں.... زمرد خان کو بلوایئے.... وہ مجھے پہچان لے گا۔ میں اس کا پڑوسی ہوں۔"

"اچھا ہم اُسے اطلاع دے دیں گے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "وہ ایک ضروری کام سے باہر گیا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔" بلیک زیرو نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

سنگ ہی اپنے آدمیوں سے بولا۔ "جانے دو....!"

بلیک زیرو چلا گیا۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ باہر نکل کر کیا کرے گا۔

"اب اسے باندھ لے چلو۔" سنگ ہی نے عمران کیطرف اشارہ کر کے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" عمران بولا۔ "لیکن اس سے پہلے میں اپنے نیگرو ملازم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"اُسے لے آؤ۔" سنگ ہی نے اپنے آدمیوں میں ایک کو مخاطب کیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد جوزف اُسی طرح دھکیلا جاتا ہوا اندر لایا گیا جیسے وہ کوئی زخمی بھیڑیا ہو اور

اگر دھکیلنے والے ذرا بھی چوکے تو پلٹ کر پھاڑ کھائے گا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پشت پر باندھ رکھے تھے۔

عمران نے اُس سے بے تکی باتیں شروع کر دیں اور وہ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

دفعتاً سنگ ہی بولا۔ "کیا تمہیں توقع ہے کہ کوئی تمہاری مدد کے لئے یہاں پہنچ سکے گا۔"

"نہیں انکل سنگ....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں اسے یاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہر آدمی اپنا جوڑا لے کر پیدا نہیں ہوتا۔"

دفعتاً باہر سے فائر کی آوازیں آئیں اور کسی نے مائیکرو فون پر چیخ کر کہا۔ "عمارت گھیرے میں لی جا چکی ہے۔ اگر کسی نے بھی کوئی غلط قدم اٹھایا تو جسم چھلنی ہو کر رہ جائے گا۔"



سنگ ہی عمران کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "اچھا تو وہ تمہارا ہی کوئی آدمی تھا۔ میں تمہاری صلاحیتوں کا قائل ہوں بھتیجے.... لیکن....!"

"لیکن کیا....!"

"کچھ نہیں۔" سنگ ہی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی پھر بولا۔ "ٹھیک ہے انہوں نے عمارت گھیر لی ہے۔ لیکن اُس وقت تک عمارت میں داخل نہ ہو سکیں گے جب تک کہ میں نہ چاہوں۔"

اس نے اپنے آدمی کے ہاتھ سے ریوالور لیتے ہوئے داخلے کے دروازے کی طرف دیکھا پھر عمران سے بولا۔ "تم بھی اُسی طرح ختم کئے جا سکتے تھے جیسے فوہی اور نشی کا کا باڈی گارڈ موت کی آغوش میں جا سوئے تھے۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ وہ بیچارے کیوں مارے گئے۔"

"ان کے ذریعہ تم کربی فوسٹر تک جا پہنچتے۔" سنگ ہی متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "ریٹا کی حماقت سے کھیل بگڑ گیا۔ اُسے صرف تمہاری اُس کمین گاہ کا پتہ لگانا چاہئے تھا جہاں تم نے پناہ لی تھی.... تمہارے ساتھ وہاں جانا نہیں چاہئے تھا.... میں پھر کہتا ہوں کہ کربی فوسٹر کو میرے حوالے کر دو ورنہ پچھتاؤ گے۔"

باہر سے کسی نے مائیکرو فون پر کہا۔ "اپنے ریوالور زمین پر ڈال دو۔"

"کون ہے یہ!" سنگ ہی نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ "کیا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم کربی فوسٹر سے کچھ معلوم نہ کر سکو گے۔ میرا دعویٰ ہے۔"

"کیا نہ معلوم کر سکوں گا.....؟"

"بکو مت.....!" سنگ ہی نے بزرگانہ انداز میں جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے عمارت کے گھیرے جانے کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔

دفعتاً پوری عمارت کی روشنی غائب ہو گئی اور باہر سے مائیکروفون چیخنے لگا۔ "خبردار... خبردار۔!"

عمران جہاں تھا دم سادھے بیٹھا رہ گیا.... کمرہ تاریکی اور سکوت میں ڈوبا ہوا تھا۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ سنگ اور اُس کے ساتھی نکل گئے ہوں گے۔ دفعتاً روشنی غائب ہو جانے کا مطلب یہی تھا کہ پہلے ہی سے اُس کا کوئی آدمی مین سوئچ کے قریب موجود رہا ہوگا۔ کئی منٹ گذر گئے۔ مائیکروفون سے باہر سے دھمکیاں سنائی دیتی رہیں لیکن کمرے میں زندگی کے آثار مفقود تھے۔

عمران نے جوزف کو آواز دی.... بھرائی ہوئی آواز میں جواب بھی مل گیا۔ لیکن کوئی تیسری آواز نہ سنائی دی۔ مائیکروفون سے اب بھی دھمکیاں نشر ہو رہی تھیں.... عمران سمجھ گیا کہ بلیک زیرو تنہا ہے؟ اور اپنی ریڈیو کار کا مائیک استعمال کر رہا ہے۔

عمران اٹھا اور ٹٹولتا ہوا داخلے کے دروازے تک آیا.... وہ سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو بلیک زیرو نے عقل مندی سے کام لیا ہے....؟ سنگ اور اُس کے ساتھی کسی بڑے خطرے کے مغالطے میں پڑ کر بھاگ نکلے تھے۔

برآمدے میں پہنچ کر وہ پھر رک گیا۔ باہر کافی اجالا تھا۔ لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ مہندی کی باڑھوں کی اوٹ میں چھپ چھپا کر چلنے والے واضح طور پر نظر آ سکتے۔

"ایک بار مائیکروفون خاموش ہوا ہی تھا کہ عمران نے چیخ کر کہا۔ "اب ختم بھی کرو یہ حماقت۔"

"کیوں کیا ہوا....؟" مائیکروفون سے آواز آئی۔

"یہاں آؤ.....!" عمران نے بلند آواز میں کہا۔

بلیک زیرو کی ریڈیو کار فراٹے بھرتی ہوئی پورچ میں آ رکی۔

"وہ نکل گئے۔" عمران نے کہا۔ "جا کر مین سوئچ آن کرو۔ ان کا کوئی آدمی پہلے سے وہاں موجود تھا۔"

بلیک زیرو گاڑی سے اتر کر عمارت میں داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد کھڑکیوں میں روشنی نظر آنے لگی۔

عمران اندر گیا۔ جوزف فرش پر اوندھا پڑا دانت پیس رہا تھا۔ بلیک زیرو نے اس کے ہاتھ کھولے اور وہ غراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "باس انہوں نے بے خبری میں پیچھے سے حملہ کیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔" عمران نے کہا۔ "اب جاکر سو جاؤ۔"

"وہ کون تھے باس مجھے بتاؤ۔"

"میں کہہ رہا ہوں سو جاؤ جاکر۔"

جوزف چپ چاپ چلا گیا.... عمران خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھالیا.... اُس کی "ہیلو" پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مظلوم چچا...."

"تمہارے وہ آدمی جو کربی فوسٹر کے بنگلے کی نگرانی کر رہے تھے چار دیواری کے ساتھ بے ہوش پڑے پائے جاسکیں گے۔"

عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"کربی فوسٹر کے بنگلے کی چار دیواری کے قریب وہ گدھے بیہوش پڑے ہیں۔" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ "انہیں دیکھو۔"

"اوہ.... تبھی تو.... جواب نہیں ملا تھا۔" بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا۔ "میں نے اُن میں سے کسی کو متوجہ کرنیکی کوشش کی تھی... اگر ایک بھی مل گیا ہوتا تو اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔"

"بجا ارشاد فرمایا....!" عمران کے لہجے میں طنز تھا۔

بلیک زیرو کے چلے جانے کے بعد بھی وہ خیالات میں ڈوبا رہا.... سنگ ہی؟ اُس نے طویل سانس لی.... میک اپ میں ہونے کے باوجود بھی عمران اُس کی عقابی نظروں سے نہیں چھپ سکا۔

پھر اب کیا ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا کہ سنگ ہی نہ صرف زندہ ہے بلکہ یہاں موجود بھی ہے۔ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ ٹھیک ہے یہاں اس کی موجودگی راز ہی رہنی چاہئے.... ورنہ خواہ مخواہ ہراس پھیلے گا اور وہ تو تھا ہی اس قسم کا آدمی..... ہراس پھیلا کر اطمینان سے شکار کھیلنا اُس کا محبوب مشغلہ تھا۔ لیکن اب وہ کہاں مل سکے گا۔

اب اس عمارت سے نکلنے ہوئے ہر آدمی کی نگرانی کی جائے گی۔ ہو سکتا ہے اس وقت بھی بلیک زیرو کا تعاقب کیا گیا ہو۔ اس کے سارے آدمی سنگ ہی کی نظروں میں آچکے ہیں پھر دانش منزل تک پہنچنے کی کیا صورت ہوگی۔ وہ نہیں پا سکتا تھا کہ دانش منزل بھی ان کی نظروں میں آجائے.... وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں ٹرانسمیٹر تھا۔

ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کو متوجہ کیا جس کار میں بلیک زیرو یہاں سے گیا تھا ٹرانسمیٹر بھی رکھتی تھی۔

"دیکھو....!" اس نے اُسے کوڈ ورڈ میں مخاطب کیا۔ "انہیں دانش منزل کی طرف نہ جانے دینا اور تم بھی مت جانا۔ ان سے کہنا کہ وہ اپنی قیام گاہوں پر جائیں اور تم سیدھے تینیں چلے

آنا۔ اوور اینڈ آل۔۔۔۔!"

تہہ خانے میں دوسرے ملازمین بھی جکڑے پڑے تھے۔ جنہیں ایک ایک کر کے جوزف رہا کر رہا تھا۔ اُن کے بیانات کے مطابق وہ سبھی بے خبری میں مارے گئے تھے۔

عمران انہیں تسلیاں دیتا ہوا پھر ڈرائنگ روم میں آبیٹھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کربی فوسٹر تک کس طرح پہنچے۔ یقیناً وہ کوئی ایسی بات جانتا تھا جو نشی کا کے قتل پر پوری طرح روشنی ڈال سکتی۔

اُس نے فون پر دانش منزل کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی اور عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تم دانش منزل ہی میں ٹھہرنا۔ کھیل بگڑ گیا ہے۔ میں فی الحال دانش منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تم کربی فوسٹر سے نشی کا کے قتل کے متعلق کچھ نہیں معلوم کر سکو گی۔"

"وہ درندہ ہے۔ میں ساؤنڈ پروف کمرے میں تنہا ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"مناسب یہی ہے کہ اب تم کسی شریف آدمی کا گھر بساؤ۔" عمران نے ناخوش گوار لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد مشرقی افق میں چمکیلی سرخیاں لہرانے لگیں۔۔۔۔ اور اجالا پھیل گیا۔۔۔۔ عمران مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد بلیک زیرو کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ بے ہوش ماتحت اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔

"ان کے سروں پر زخم ہیں۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "بے خبری میں حملہ کر کے بیہوش کئے گئے تھے۔ وہ مختلف جگہوں سے عمارت کی نگرانی کر رہے تھے اس لئے ایک دوسرے کے حشر سے واقف نہ ہو سکے۔"

"لیکن اب میں جو حشر کروں گا ان کا اس سے وہ بخوبی واقف ہو جائیں گے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "گیراج سے چھوٹی سیاہ وین نکالو اور اُسے پورچ میں روک کر یہاں واپس آؤ۔"

اُسکے جانے کے بعد عمران نے جوزف کو بلا کر ایک بڑا تھیلا لانے کو کہا۔ وہ تھیلا تو لایا لیکن اُس کے سلسلے میں دوسرا حکم ماننے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ عمران اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اسے تھیلے میں ٹھونس کر اُس کا منہ رسی سے باندھ دے اور تھیلے کو وین میں رکھنے کے بعد اس کا منہ کھول دے۔

بمشکل تمام تیار ہوا.... چونکہ نشے میں نہیں تھا اسلئے بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

وین کا پچھلا دروازہ بند کر کے وہ بڑبڑاتا ہوا عمارت میں واپس چلا گیا۔

عمران نے لیٹے ہی لیٹے بلیک زیرو سے کہا۔ "کسی طرف بھی چل پڑو.... اور اس حصے کا شیڈ بھی گرادو....!"

بلیک زیرو نے شیڈ گرادیا اور گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی عمران تھیلے سے باہر نکل چکا تھا پچھلے دروازے کے قفل کے سوراخ سے داہنی آنکھ جالگی۔ اجالا پھیل گیا تھا لیکن ابھی کرنیں نہیں پھوٹی تھیں۔ سڑکوں پر ٹریفک کی زیادتی بھی نہیں تھی۔

غالباً بلیک زیرو اس بھاگ دوڑ کا مقصد سمجھ گیا تھا اس لئے گاڑی زیادہ تر ایسی ہی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی جن پر ٹریفک کی زیادتی نہیں رہتی۔ کئی بار تو اس نے بالکل سنسان گلیوں میں گاڑی موڑی تھی اور عمران کا اندازہ قطعی درست نکلا تھا۔ ایک موٹر سائیکل برابر اُن کا تعاقب کرتی رہی تھی۔

عمران نے مڑ کر ڈرائیور کی سیٹ کی طرف والا شیڈ تھوڑا سا اٹھایا اور بلیک زیرو سے بولا۔

"اب گاڑی ویرانے کی طرف نکال لے چلو....!"



موٹر سائیکل برابر تعاقب کرتی رہی۔ عمران کو یقین ہو گیا تھا کہ اس موٹر سائیکل کے علاوہ اور کوئی دوسری گاڑی ان کا تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ وین شہری آبادی سے بہت دور نکل آئی تھی اور اب دھوپ بھی پھیلنے لگی تھی۔ دفعتاً عمران نے مڑ کر بلیک زیرو سے کہا۔ "اب گاڑی روک کر نیچے اترو اور اس طرح بونٹ اٹھا کر جھک پڑو جیسے انجن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔"

بلیک زیرو نے بغیر حیل وحجت تعمیل کی۔

دوسرے ہی لمحے میں موٹر سائیکل بھی ٹھیک اُسی کے پاس آکر رک گئی۔

"کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔" موٹر سائیکل سوار نے بلیک زیرو سے کہا۔ یہ ایک وجیہہ نوجوان تھا.... صورت اچھی تھی اور اس نے شکاریوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ کاندھے سے ایک دونالی بندوق بھی لٹک رہی تھی۔

"آپ کیا کر سکیں گے....؟" بلیک زیرو نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔

"شاید کچھ کر سکوں.... ریڈیو مکینک ہوں۔"

"اوہ.... شکریہ....!" بلیک زیرو خوش ہو کر بولا۔

اتنی دیر میں عمران پچھلا دروازہ کھول کر وین سے نیچے اتر چکا تھا۔

پھر موٹر سائیکل سوار کی کن پٹی پر ایک ایسا ہی جچا تلا ہاتھ پڑا کہ وہ کسی قسم کی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ بلیک زیرو نے اُسے دوبارہ اٹھتے نہیں دیکھا۔

وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

پھر اُن دونوں نے اُسے اٹھا کر وین کے پچھلے حصے میں ڈال دیا۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا کہ وہ اُسے رانا پیلس لے جائے اور خود اس کی موٹر سائیکل سنبھال لی۔ پٹرول کی پوزیشن معلوم کر لینے کے بعد وہ دانش منزل کی طرف چل پڑا۔ ایسے راستے اختیار کئے کہ کسی سے مڈ بھیڑ ہو جانے کے امکانات نہ رہیں۔ ویسے وہ اب بھی موٹر ڈرائیور ہی کے میک اپ میں تھا۔

دانش منزل پہنچ کر معلوم ہوا کہ جولیا بے خبر سو رہی ہے.... وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں آیا کربی فوسٹر بھی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر کسی خونخوار درندے کی طرح اسکی طرف جھپٹا۔ عمران نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کے بنائے اور اُسکے سینے پر رسید کر دیئے وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔

"ہوش میں آؤ دوست....!" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے اب بھی زبان نہ کھولی تو ہم تمہیں اس طرح پالنے سے رہے.... تمہیں چھوڑ بھی نہ سکیں گے۔ تم سے پیچھا چھڑانے کا بس یہی طریقہ ہو گا کہ ختم کر کے یہیں دفن کر دیں۔"

کربی فوسٹر خاموشی سے ہانپتا اور اُسے گھورتا رہا۔

"جلدی کرو.... وقت کم ہے؟"

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تم نشی کاکے قتل کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"تم کون ہو اور کیوں جاننا چاہتے ہو۔"

"اپنی حکومت کا نمائندہ جو حکومت کی نیک نامی برقرار رکھنے کے لئے کام کرتا ہے...."

"نشی کاکو خود اُس کے شوہر آزیبل سفیر نے میری موجودگی میں قتل کیا تھا۔"

"تمہاری موجودگی میں۔"

"ہاں....!" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرایا۔ "دنیا کی ہر حسین عورت پر میرا حق ہے.... دوسرے مجھ سے میرا یہ حق چھین لینا چاہتے ہیں.... ہم دونوں اس وقت تنہا تھے۔ وہ کسی بچھے ہوئے خبیث کی طرح کمرے میں گھس آیا تھا.... اس کے ساتھ کچھ آدمی اور بھی تھے.... اس

نے بڑی بے دردی سے اپنی بیوی نشی کا کو ذبح کر دیا تھا.... میں سمجھا تھا شائد میرا بھی یہی حشر ہوگا۔ شائد مجھے اس لئے قتل نہیں کیا گیا تھا کہ کچھ لوگ جانتے تھے کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔ خود میرا سفیر جانتا تھا۔ کیونکہ میرے ہی توسط سے وہ اس تک بھی پہنچنے والی تھی۔ آہ! کیا عورت تھی۔ کتنی رحم دل.... اُس نے کبھی کسی خارش زدہ کتے کا بھی دل نہیں توڑا۔ ہاں تو پھر میں اُسی کے آدمیوں کی نگرانی میں گھر پہنچا دیا گیا۔ مجھے دھمکی دی گئی کہ اگر میں نے گھر سے باہر قدم نکالا تو میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اپنے سفیر کا پیغام بھی ملا کہ میں خود کو اپنی کوٹھی تک محدود کرلوں.... دوسرے دن باقاعدہ طور پر مجھے اپنے سفارت خانے سے اطلاع مل گئی کہ مجھے یہاں سے واپس جانا ہے.... اُف فوہ.... کیا عورت تھی۔ میں ساری زندگی اس کے لئے مغموم رہوں گا۔ سپردگی میں کتنی مامتا ہوتی تھی۔"

"ایسے کچھ اور لوگوں کے نام بھی بتا سکو گے جو اس سے قریب تھے؟" عمران بولا۔

"ہاں کئی آدمیوں کو جانتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک آدمی پولیس کی حراست میں بھی ہے، جس کی کار میں اُس کی لاش پائی گئی تھی۔"

"کاؤیوچن....؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بے ہنگم چینی.... تم خود سوچو کیا وہ اس قابل ہے کہ نشی کا جیسی کلچرڈ عورت اُسے لفٹ دیتی.... لیکن اس نے اسے بھی مایوس نہیں کیا تھا.... اوہ.... اوہ.... عجیب عورت تھی۔ حد ہوگئی کہ اُس کے چاہنے والوں نے کبھی ایک دوسرے کی رقابت محسوس نہیں کی۔ لاش کاؤیوچن کی گاڑی میں ڈلوادی گئی تاکہ وہ.... وہ .... قتل کا مجرم گردانا جائے۔"

عمران نے اُس سے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا بیان وزارت خارجہ کے سکریٹری اور برازیل کے سفارت خانے کے کسی ذمہ دار آفیسر کے سامنے ریکارڈ کیا جانا چاہئے۔

کربی فوسٹر کو شراب میں پھر بیہوشی کی دوا دی گئی۔ عمران جانتا تھا کہ ہوش و حواس میں وہ دشواریاں پیدا کرے گا۔

بے ہوشی ہی کی حالت میں وہ اُسے سر سلطان کے دفتر تک لے گیا۔ فون پر پہلے ہی انہیں اطلاع دے چکا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ برازیل کے سفارت خانے سے جسے مناسب سمجھیں بلوالیں۔ وہاں سفارت خانے کے دو ذمہ دار آفیسر نظر آئے۔ کربی فوسٹر نے ہوش میں آنے کے بعد ہنگامہ برپا کرنا چاہا لیکن اس کے سفارت خانے کے آفیسر جو بے حد سنجیدہ نظر آرہے تھے مانع ہوئے اور اُسے اپنا بیان باقاعدہ طور پر ریکارڈ کرانا پڑا۔ اس کے بعد عمران نے اس

سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جو قتل کے سلسلے میں نشی کا کے شوہر کے معاون بنے تھے اور اس نتیجے پر پہنچا کہ سنگ ہی جائے واردات پر موجود تھا۔ لیکن اس نے گفتگو میں ایک بار بھی سنگ ہی کا نام نہیں لیا۔ وہ یہاں اس کی موجودگی کا علم فی الحال اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔

ضروری کارروائی کے بعد کربی فوسٹر کو اپنے آدمیوں کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اب عمران اور سر سلطان کمرے میں تنہا تھے۔

"تم نے بڑا کام کیا؟" انہوں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مگر بڑی دشواریاں ہیں۔ یہ واقعہ منظر عام پر نہیں لایا جاسکے گا۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لہٰذا اب اسے بھول جاؤ۔"

"اُس کی رہائی کی بھی تدبیر ہو جائے گی اور بظاہر ہماری حکومت اصل قاتل کا پتہ لگانے میں ناکام ہو جائے گی۔"

ٹھیک اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ سر سلطان نے ریسیور اٹھایا اور پیشانی پر شکنیں ڈالے سنتے رہے کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے خود بھی کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن پھر جلدی سے سر ہلاتے ہوئے "ہاں ہاں" کرنے لگتے۔ آخر کار وہ ریسیور رکھ کر عمران کی طرف مڑے۔

"تم نے دیکھا۔ یہ نشی کا کا قاتل بول رہا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ کربی فوسٹر یہاں تھا.... وہ کہہ رہا تھا کہ اس معاملے کی پبلسٹی نہ کی جائے۔ بہت ہی رازدارانہ طور پر اس کی حکومت کو اطلاع دی جائے ورنہ اگر اُس کے ملک میں اصل قاتل کی پبلسٹی ہو گئی تو ہو سکتا ہے کہ حکومت ہی بدل جائے.... کیا سمجھے اس کی حکومت بھی اصل قاتل کا نام ظاہر نہ ہونے دے گی.... نشی کا اپنے ملک میں بہت مشہور تھی۔ بے حد مقبول۔ تم اس کی مقبولیت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مجھے ضرورت بھی کیا ہے تصور کرنے کی۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ حکومتوں سے سرزد ہونے والے جرائم جرائم نہیں حکمت عملی کہلاتے ہیں۔ جرم تو صرف وہ ہے جو انفرادی حیثیت سے کیا جائے؟" پھر وہ اٹھ گیا۔

سر سلطان نے کہا۔ "بیٹھو.... بیٹھو....!"

"نہیں شکریہ۔ موڈ خراب ہو گیا ہے۔"

وہ باہر آیا.... لیکن سوچ رہا تھا کہ اب راتوں کی نیند حرام ہو جائے گی۔ یہ قصہ تو کسی نہ کسی طرح ختم ہوا لیکن سنگ ہی۔

اس سے نپٹنا آسان کام نہ ہوگا.... اور پھر اب یہ ٹکراؤ نجی حیثیت کا ہوگا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے بھی مدد لے سکے گا یا نہیں۔ اُس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور سوچنے لگا کہ سر سلطان کے دم نکل آئے تو کیسی رہے۔

وہ رانا پیلس آیا۔ یہاں بلیک زیرو اُس موٹر سائیکل سوار سمیت موجود تھا عمران نے موٹر سائیکل اسکے حوالے کی اور اسکی غضب ناکی کو نظر انداز کر کے بائیں آنکھ دباتا ہوا بولا۔ ”شوق سے پولیس اسٹیشن پر رپورٹ درج کرادو۔ میرا نام علی عمران ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔ایس۔سی آکسن ہے۔“

وہ اسے دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا.... پھر کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی عمران نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اب بہت محتاط ہو کر گھر سے قدم باہر نکالنا....؟“

اُس کی آواز بے حد خوفناک تھی۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد ہی عمران نے ریسیور رکھا اور سامنے والی دیوار کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

تیسرے دن.... اخبارات میں ایک خبر تھی جسکے مطابق کاؤیوچن بے گناہ ثابت ہوا تھا۔ کسی نے اُسے پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ ملک کے بہترین سراغ رساں بڑی سرگرمی سے قاتل کی تلاش میں تھے۔ سرکاری طور پر توقع ظاہر کی گئی تھی کہ عنقریب وہ کامیاب ہو جائیں گے۔

عمران نے خبر پڑھ کر مسکراتے ہوئے جولیا کو آنکھ ماری تھی اور جولیا پیپر ویٹ اٹھا کر اُس پر چڑھ دوڑی تھی۔

اور پھر کچھ دیر بعد جولیا نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ ”تم آج کل اتنے محتاط کیوں نظر آتے ہو۔“

”مقدرات....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ایک بہت ہی خطرناک آدمی سے ٹکراؤ ہو گیا ہے۔“

”وہ کون ہے! تم بتاتے کیوں نہیں؟“

”جونک....!“

”کیا مطلب....!“

”اُسے قریب سے جاننے والے اس نام سے یاد کرتے ہیں۔“ عمران بولا۔ ”وہ آخر یکا بڑے سے بڑے جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اس طرح شہر کی سڑکوں پر آزادانہ پھرتا ہے جیسے اسے کسی کی بھی پرواہ نہ ہو۔“

”کیا یہاں ایسا کوئی آدمی موجود ہے....؟“

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو اثبات میں جنبش دی.... تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔

"وہ مجھے بہت آسانی سے قتل کرا سکتا تھا لیکن میرے احساس بے بسی سے محظوظ ہونے کے لئے ایسا نہیں کیا؟"

"اوہ.... پھر کیا ہوا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ "وہ کامیاب کب ہوا تھا.... تم کتنی آسانی سے کربی فوسٹر کو نکال لائے تھے۔"

"ہوں.... مگر کیا ہوا....؟ لاحاصل.... وہ ہمارے کس کام آیا....؟"

"میں یقین نہیں کر سکتی؟ میرا دعویٰ ہے کہ کوئی چیز چھپائی گئی ہے.... مجھے یقین ہے کہ کربی فوسٹر نے اصل قاتل پر روشنی ڈالی تھی۔"

"اور یہ اخبارات جھک مار رہے ہیں؟ کیوں؟" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"ایک سفارت خانے کا معاملہ تھا۔" جولیا نے بے اعتباری کے لہجے میں کہا۔

"ارے تو میرے کان کیوں چاٹ رہی ہو۔ پوچھو اپنے چیف سے۔ میں تو کمیشن ایجنٹ ہوں۔"

"خیر یہی بتادو کیا اُس دن کاؤیو چن دیدہ دانستہ میرے پیچھے لگا تھا۔"

"نہیں! وہ تمہارے نام تک سے واقف نہیں تھا.... اسی دوران میں.... انہیں اس کی گاڑی میں لاش رکھ دینے کا موقع مل گیا تھااور وہ دوسرا چینی یاد ہے نا تمہیں... کیا خیال ہے اسکے متعلق۔"

"اتنا لمبا چینی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

"جونک....!"

"اوہ تو کیا وہی تھا....؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"ہوں.... وہی!"

"تم اُسے کب سے جانتے ہو۔"

"بہت دنوں سے... یہاں اُس کی موجودگی کسی بہت بڑے ہنگامے کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے۔"

"پھر اب تم کیا کرو گے۔"

"اردو ادب کا کوئی نامور نقاد بن کر جاسوسی ناول نویسوں کو گالیاں دیتا پھروں گا۔"

"چل بڑا چرخہ....!" جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا۔

ختم شد